جملہ حقوق محفوظ ہیں
اسباب ترقی
مصنفہ
محمد فریدالدین خان
سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق سنہ ۱۹۲۴ میلادی
مطبوعہ عماد پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

زمانہ دراز سے یہ خیال میرے دل میں چٹکیاں لے رہا تھا کہ ایک ایسی کتاب تصنیف ہو جس میں تبلیغ اسلام کے مصالح زبان اردو کی ترقی اور مادری زبان میں تعلیم و فنون کے فوائد پر حتی الامکان روشنی ڈالی جائے اور اس مسئلہ پر بھی بحث کی جائے کہ ان وسائط اور وسائل سے قومی ترقی مردم شماری اور اخلاق و تمدن کی تہذیب اور شایستگی پر کیا اثر پڑسکتا ہے اہل اسلام کے اسباب زوال کیا ہیں اور انکا انسداد کس طرح ہوسکتا ہے۔

الحمد للہ کسی قدر فکر اور سعی کے بعد یہ بلحاظ مناسبت امور متذکرہ اس مختصر کتاب کے لکھنے کا اتفاق ہوا جس میں تاریخی شواہد کے ذریعہ بطریق معقول ثابت کیا گیا ہے کہ قومی زبان کے رواج عمومی اور افراد قوم کی کثرت سے قلیل التعداد اقوام کے

تمدن وسیاسیات پر گہرا اثر پڑتا ہے اور عجیب وغریب نتائج مترتب ہوتے ہیں۔

میری خوش قسمتی ہے کہ یہ کتاب ہمارے نکتہ رس رتبہ شناس فلک اساس ہنر پرور عدل گستر شاہِ ظل اللہ خسرو جہاں پناہ اعلیحضرت قدر قدرت دارا شوکت سکندر حشمت سلطان العلوم محی الملۃ والدین ہز اگزالٹڈ ہائنس **نواب میر عثمان علیخان بہادر** نظام الملک آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے روشن عہد حکومت اور دور معدلت میں تصنیف ہوئی۔

مجھے نہ فصیح البیانی کا ادعا ہے نہ بلند خیالی کا دعویٰ محض اظہار خیال پیش نظر تھا اور وہی بصورت نقش اول ناظرین کرام کے ملاحظہ کیلئے پیش ہے۔

امید کہ میری فروگزاشتیں قابل درگزر متصور ہوں گی۔

خاکسار ہیچمرز

محمد فریدالدین خان المخاطب بہ فرید نواز جنگ

خلف حضرت نواب سلطان الملک بہادر
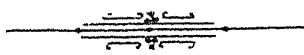
باب اوّل

زبان، مذہب، قومیت

مسلّمہ امر ہے کہ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے اس لئے باہمی میل جول اور اختلاط وارتباط کے طریقوں اور اظہار خیالات کے وسائل کی ضرورت ہوئی اس کے ساتھ ہی اُن طریقوں کا قابل قبول باعثِ آسایش اور موجب امنِ عامّہ ہونا بھی لازمات سے تھا اس لئے معلمین یعنی (انبیاء و مرسلین) مبعوث ہوئے اور طریق تعلیم (مذہب) رائج ہوا۔ پہلے حضرت انسان نے غالباً اشارات اور نقوش کے ذریعہ مطلب برا ری کے ڈھب نکال لئے ہوں گے مگر بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لئے یہ کافی نہ تھا اس لئے بہترین و کامل ترین وسیلہ اظہار "تکلم" ہمیں سب سے پہلے خدا کی طرف سے مرحمت ہوا پھر دولتِ تحریر عطا کی گئی اور انہی دونوں پر انسان کے تمدنی ضروریات کا دارومدار ہے اسباب مرز بوم کے اختلافات اور آب و ہوا کے تنوعات کی وجہ سے اقوام عالم کے مختلف اوضاع و اطوار ہو گئے اور یہ تفریقات یوماً فیوماً بڑھتی گئیں عجب نہ تھا کہ اس میں ہزاروں شاخسانے نکل کر مضر خلق اللہ ہوتے لیکن خدائے بزرگ و برتر علیم و خبیر نے ایسے جلیل القدر ہادی و معلم پیدا کئے اور نہیں ایسی مافوق العادت طاقتیں عطا کیں کہ انسان ظلوم و جہول کو صراط مستقیم پر لا کر منزلِ مقصود تک پہنچایا۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو جتنے آدمی اُتنے انواعِ معاش یا طرق بود و باش ہوتے اور دنیا کو چین و آرام نصیب نہوتا۔ ہم اہل ہند بھی اسی نظام فطری کے زیر اثر ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لئے مذہب اور ذریعہ اظہار خیال (زبان) لازمی ہے تاکہ اشغال کی ترتیب اور اقوال کی ترکیب میں ایک طرح کا اتحاد حاصل ہو۔

یہاں اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مادری زبان اور مذہب خصوصی اقوام کے لئے نہایت ضروری ہے جن کی ترقی و اشاعت کے ساتھ اس قوم کی فلاح و بہبود کو گہرا تعلق ہے ہر ایک قوم حدود قانونی کے اندر رہ کر اپنی ترقی کیلئے ایسا مناسب و مؤثر تدابیر اختیار کر سکتی ہے جن کے ذریعہ سے اس کی مادری زبان کی دوسری ہمسایہ قوموں میں اشاعت ہو سکے اور دوسرے اقوام کے افراد بذریعہ تعلیم و تعلم و گفتگوئے باہمی اس سے مستفید ہو سکیں اس طرح اہل لسان دوسری اقوام کو اپنے تمدن و مذہب کے محاسن اور نظام مفید عامہ سے آگاہ کر کے اپنی طرف مائل بلکہ اپنی قومیت میں جذب ہونے پر آمادہ کر سکتے ہیں ممکن ہے کہ اس طرح قومیت متحدہ کی بنیاد بھی ڈالی جا سکے قومی زبان جس قدر ترقی کرتی جائے گی اور اس کے ذریعہ اس کے مذہبی و تمدنی خوبیوں کا انکشاف ہوتا جائے گا اسی قدر ہمسایہ اقوام میں اس کے قومی ترقی کا فتح الباب ہو جانا قرین عقل ہے اور اُمید ہے کہ اس قوم کا نہال زندگی خوب سرسبز اور بار آور ہو اور غیر اقوام کے

افراد اس کی زبان تمدن اور قومیت کو اختیار کرنے کی وجہ سے ممکن ہے کہ اس کی تعداد میں بھی اضافہ ہو اس لئے کہ دو صورتوں سے کسی قوم کی تعداد زیادہ ہو سکتی ہے ایک یہ کہ اس کے زبان کی غیر اقوام میں عام اشاعت کی وجہ سے اس کا تمدن دوسروں میں پھیلنا شروع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے غیر اقوام کے افراد اس کی قومیت کو اختیار کر کے اس قوم میں جذب ہوتے جاتے ہیں دوسری یہ کہ خود اس قوم کے شگفتہ وسائل مردم خیزی جیسے حسن انتظام حفظان صحت کثرت ازدواج اور اقوام اجنبیہ میں تزوج وغیرہ کی وجہ سے بھی تعداد میں زیادتی ہوتی ہے اور جس ملک میں وہ قوم آباد ہے وہاں اس کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ہی اس کے سیاسی حقوق بھی قوی ہو جاتے ہیں اس لئے کہ سیاسی معاملات میں اسی قوم کی آواز پر طاقت اور موثر ثابت ہوتی ہے جس کی تعداد اس ملک میں زیادہ ہے۔

جن ممالک میں ایک ہی قوم آباد ہے مثلاً۔ انگلستان۔ فرانس جرمنی اسپین۔ ایران۔ وجاپان وغیرہ ایسے ممالک کے باشندوں کی قومیت محفوظ رہ سکتی ہے اور تمدن پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ان کی قومیت کو کسی قسم کے خطرہ کا اندیشہ نہیں لیکن جو قوم کسی ایسے ملک میں آباد ہو جہاں مختلف اقوام رہتی ہیں اور اس کے افراد اپنے ابنائے ملک سے عدداً کم ہوں تو جب تک وہ اپنی مادری زبان اور قومی تمدن و مذہب کی اشاعت کر کے اپنی قومیت کو ترقی نہ دے

اپنی مردم شماری کی توفیر پر متوجہ نہ ہو اور غیر اقوام کے کثرت کے مضر اثرات سے اپنی حفاظت نہ کر سکے تو سمجھ لو کہ اس قوم کی بنیاد مستحکم نہیں رہ سکتی اس کی حالت ایک ایسے درخت سے مشابہ ہے کہ جس کی جڑیں نہایت کم زور ہوتی ہیں اور زمین میں پھیل کر دور تک نہیں جاتیں ایسا درخت باد تند کے جھونکوں میں اتنا محفوظ نہیں رہ سکتا جس قدر وہ درخت جس کی جڑیں زمین میں زیادہ پھیل جاتی ہیں۔ ایسی قوم جو اپنی قومیت کے تحفظ سے بے اعتنائی کرے بتدریج اس قوم میں جس کی کثرت اور جس کا رسوخ اس ملک میں زیادہ ہے جذب ہوتی جائے گی اس کے عادات و اطوار اور اسکی زبان پر کثیر التعداد قوم کا زیادہ اثر پڑتا جائے گا اور بمصداق ع چراغ کشتۂ محفل سے اٹھے گا دھواں کب تک ؟ اس قوم کا ٹمٹماتا ہوا چراغ زندگی ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے گا اس کی جگہ اس کی ہمسایہ طاقتور قوم لے لیگی اور یہ کم زور قوم ہمیشہ کے لئے صفحۂ زمین سے حرف غلط کی طرح محو ہو جائے گی اگر کوئی نشان ملے گا تو صرف یہ کہ اس کی بعض تاریخی یادگاریں باقی رہ جائیں گی یا تاریخ کے چند صفحے اس کے کارناموں سے مزین دکھائی دیں گے۔ اقوام بابل و نینوا کے حالات ہم تاریخوں میں پڑھتے ہیں تاریخ کے صفحوں کو دارا اور اسکندر رومی کے خونریز لڑائیوں کے بیانات اور قدیم ایرانی بادشاہوں کے طرز حکمرانی کے واقعات سے رنگین پاتے ہیں۔ ذرا غور کیجئے کہ ان قوموں نے جو دنیا میں نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ حکمرانی کی اور جن کی فتوحات و کارناموں کے ڈنکے

چار دانگ عالم میں بجتے رہے کس طرح دنیا سے مٹ گئیں سوائے چھوٹی سی یونانی سلطنت کے دوسرے اقوام کی کوئی قابل ذکر سلطنت اس وقت باقی نہ رہی ان نباہ شدہ قوموں میں سے اب کوئی قوم موجود ہے بھی تو اس قدر کم اور منتشر کہ اس کا عدم اور وجود برابر ہے اس لئے کہ وہ کوئی سیاسی حیثیت نہیں رکھتی یہی حال پارسیوں اور یہودیوں کا ہے۔ قومیں دوسری ہمسایہ کثیر التعداد اور متعدی الاثر اقوام میں تقریباً جذب ہوگئی ہیں اور ان کا سیاسی امتیاز بڑی حد تک معدوم ہو گیا ہے۔

پارسیوں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت پارسی قوم نے سرزمین ہند پر قدم رکھا اس کی بول چال فارسی تھی اور اس کا تمدن اور چال چلن ہندوؤں سے بالکل علیحدہ تھا اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو اقوام کے میل جول اور باہمی معاشرت کی وجہ سے اس قلیل التعداد قوم پر غلبہ اقوام ہند کا بہت ہی گہرا اثر پڑا اور رفتہ رفتہ ان کی زبان تمدن اور راہ ورسم میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا اب ان کی مادری زبان فارسی نہیں رہی بلکہ ہندی اور گجراتی زبانوں نے اس کی جگہ لے لی اور طرز معاشرت ولباس بھی بالکل بدل گیا اگرچہ پارسیوں نے اپنی قومی راہ ورسم کو ایک حد تک چھوڑ دیا اپنی مادری زبان کی اشاعت اور ترقی سے اتنی غفلت کی کہ اب تعلیم بھی فارسی زبان میں گوارا نہیں کی جاتی یہی وجہ ہے کہ پارسیوں کی قومیت میں بہت کچھ تغیر واقع ہو گیا لیکن ان کے دلوں میں اپنے مادر وطن کی محبت موجود ہے

اور وہ اپنی قوم و ملت کے فوائد کی خاطر لاکھوں روپے صرف کر کے اپنی وطن پرستی کا
عملی ثبوت دیا کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کو بھی سبق حاصل کرنا چاہئے اگر پارسی
قوم پھر اپنی اصلی قومی یادگار کو زندہ کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ
اپنی اولاد کو مسلمانوں کے قومی مدارس میں بکثرت داخل کرے جہاں اردو کے ساتھ
فارسی کی تعلیم بھی ہوا کرتی ہے جس سے پارسیوں کو پھر فارسی زبان سیکھنے کا موقع
ملے گا اور اس قوم کی سابقہ نشانیاں کوکب رخشاں ہو کر پھر چمک اٹھیں گی۔
مسلمانوں پر بھی ہندوؤں کی کثرتِ تعداد کا اثر پڑے بغیر نہیں رہا ان کے
معاشرت اور تمدن میں غیر اقوام کی بہت سی عادات و رسوم داخل ہو گئی ہیں۔
شادی اور غمی میں عام طور پر جن رسومات کا رواج ہو گیا ہے وہ ہرگز اسلامی
نہیں ہیں مسلمانوں کی قومی کمزوری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ سوائے پنجاب
اور بنگال کے ہندوستان کے اور حصص میں تتر بتر ہو کر بہت کم رہ گئے ہیں
بعض صوبوں کے اضلاع میں مسلمانوں اور اردو بولنے والوں کی آبادی بہت
تھوڑی اور چیدہ چیدہ مقامات پر ہے جس کی وجہ سے ان کا قومی شیرازہ بکھرا ہوا
ہے اِس لئے کثیر التعداد غیر اقوام کی زبان و تمدن کا اثر وہاں کے مسلمانوں
اور قلیل التعداد اردو بولنے والوں پر پڑ رہا ہے اگر مسلمانوں کی آبادی ایسے
صوبوں کے مختلف اضلاع میں منتشر ہونے کے بدلے ایک جگہ مجتمع ہوتی اور
عدداً کم بھی رہتی تو اس قدر کافی ہوتی کہ اِس ضلع کے غیر اقوام کی کثرت کا زیادہ اثر

اس پر نہیں پڑتا۔ ہندوستان کے جن صوبوں میں اردو بولنے والے
مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے وہاں ان کی قومیت ہر طرح محفوظ اور
روبہ ترقی ہے ہندوستان کے بعض صوبوں میں ایسے مسلمان آباد ہیں
جو اردو سے ناواقف ہیں مثلاً ان مقامات میں جہاں بنگالی، تلنگی
تامل، مرہٹی، گجراتی وغیرہ زبانیں رائج ہیں، مسلمانوں نے بھی مقامی
زبان اختیار کر لی اور وہی ان کی مادری زبان ہو گئی۔ اُردو زبان سے
نابلد رہنے کی وجہ سے ان کو فضائل و محاسن اسلام سے واقف ہونے کا
موقع نہیں ملتا یہی وجہ ہے کہ آج کل فتنۂ ارتداد زوروں پر ہے
آریہ سماج نے جو بعض مسلمان راجپوتوں کو مرتد بنا لیا ہے اس کی
ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان راجپوتوں کی تعداد ملک میں نہایت
کم واقع ہوئی ہے اس لئے ہر مقام کی کثیر غیر مسلم آبادی کا اثر ان کی
ثقافت کو متاثر کر رہا ہے مقامی ہندو راجپوتوں اور مسلمان راجپوتوں کی رسمیں اور عادتیں
بالکل ہندوؤں کی سی ہو گئیں اکثر تو اپنا نام بھی ہندوؤں کا سا رکھتے ہیں اور
ہنود کی طرح عام طور پر دیوالی و ہولی میں رنگ کھیلتے ہیں اور بعض مسلمانوں
کو تو پوجا وغیرہ کرنے میں بھی کوئی عذر نہیں تمدن کے اس تغیر کا اثر ان کے
مذہب پر اس قدر پڑتا ہے کہ وہ بہت جلد مذہب اسلام سے منحرف ہو جاتے
ہیں اسلامی مبلغین کو (جو فتنۂ ارتداد کی روک تھام میں مصروف ہیں)

ملک کے مختلف اضلاع میں دورہ کرکے تبلیغی کام کو بہت مشکل کے ساتھ انجام دینا پڑتا ہے اور جب تبلیغ کی یہ گرمی سرد پڑجائے گی تو خوف ہے کہ راجپوت مسلمان شدھی تحریک کے قبول کرنے میں تامل نہیں کریں گے۔ اور غیر مسلموں کی کثرت انہیں متاثر کئے بغیر نہ رہے گی اس کا دفعیہ ہے تو بس یہ کہ تبلیغ اسلام کا انتظام وہاں مستقل طور پر کیا جائے اور اسلامی تمدن اور اردو زبان ان میں پھیلائی جائے صوبۂ مدراس میں جو مسلمان آباد ہیں بہت کم ایسے ہیں جو اردو زبان سے واقف ہیں۔ اور جو واقف ہیں ان کی زبان اس قدر بگڑی ہوئی ہے کہ اس پر صحیح اردو کا اطلاق ہو نہیں سکتا وہاں کے مسلمانوں کی مادری زبان پر اس صوبہ کے کثیر التعداد اقوام کی زبانوں کا گہرا رنگ چڑھا ہوا ہے اگر مدراس کے مسلمانوں میں شستہ اردو کی اشاعت کے لئے خاص وسائل اختیار نہ کئے جائیں اور اس کو ترقی نہ دیجائے تو خوف ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ وہاں اردو اگر معدوم نہ ہو جائے گی تو مسخ ہو کر کسی اور صورت میں ضرور آجائے گی۔ اور وہاں کے مسلمانوں کی قومیت غیر قوموں کے غلبہ میں جذب ہو کر نیست و نابود ہو جائے گی۔

ملبار کے مسلمان بھی عام طور پر ملباری زبان بولتے ہیں اس لئے خاص قومی زبان (اردو) ان کے یہاں رائج نہ ہونے پائی یہ سب

اس غفلت کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں نے اپنی قومی زبان اردو کی اشاعت میں کی
تاہم خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ بعض مستثنیات کے سوا مسلمان بحیثیت ایک قوم
کے ہندوستان میں آباد ہیں اور اپنی علیحدہ قومی زبان اور رسم الخط
رکھتے ہیں ہندوستان کے بعض مقامات میں غیر اقوام کی کثرت کا اثر مسلمانوں کی
مادری زبان پر پڑا لیکن مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اردو زبان بہت کچھ ترقی
پا گئی ہے اور اردو جاننے والے ہندوستان کے ہر حصہ میں موجود ہیں۔
لیکن اردو رسم الخط کا رواج اس قدر زیادہ نہیں ہوا جس قدر کہ ہونا چاہئے
تھا ملک میں جس قدر کسی زبان کی رسم الخط کا رواج ہوگا اسی قدر اس کو استحکام
حاصل ہوگا۔ اردو زبان کے متعلق آگے مفصل بحث کی جائے گی فی الحال یہ
بحث یہیں ختم کی جاتی ہے۔

اگرچہ جغرافیائی حدود ایک قوم کو دوسری قوم سے اور ایک ملک کو
دوسرے ملک سے علیحدہ کر دیتے ہیں اس کے علاوہ راہ و رسم اور لباس سے
بھی دو قوموں میں تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن سب سے بڑی چیز جو ایک
قوم کو دوسری قوم سے بالکل علیحدہ کر دیتی ہے وہ مذہب اور زبان ہے
اور ان ہی کی مغائرت کی وجہ سے اقوام کی سیاسی اور قومی خصوصیات
و اغراض ایک دوسرے سے مغائر بلکہ متضاد رہتے ہیں اور اختلاف زبان
کے سبب ایک قوم کے افراد دوسرے قوم کے افراد سے باہمی تبادلۂ خیالات

نہیں کرسکتے یہی وجہ ہے کہ باہمی خوشگوار تعلقات کے دوام و قیام میں مشکلات واقع ہوتی ہیں یورپ میں تمام اقوام کا ایک ہی مذہب (عیسائی) ہے وہ سب یورپ کے باشندے ہیں اور یوروپین اقوام جرمنی۔ فرانس اٹلی۔ اسٹریا اور روس وغیرہ کے حالات کو بہ نظر امعان دیکھا جائے تو ان کے رسم و رواج اور لباس میں بھی ہم کوئی بین فرق نہ پائیں گے اور ملک کے جغرافیائی حدود بھی کچھ ایسے موانع نہیں ہیں جو ان اقوام کو ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ کر دیتے ہوں پھر وہ کونسی شئے ہے جو ان اقوام میں زیادہ امتیاز اور فرق کا باعث ہوئی ہے ہماری رائے میں اختلاف لسان اور سیاسی ضروریات کو اس خانہ برانداز ی میں بہت بڑا دخل ہے۔ پچھلے یوروپین محاربۂ عظیم کے بعد یورپ کے ممالک میں جو تغیرات واقع ہوئے ہیں اور جس قدر نئی سلطنتیں یورپ میں قائم ہوئیں ان کے واقعات جنگ کا مطالعہ کرنے اور یورپ کے جدید نقشۂ جغرافیہ کو دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ دول شکست خوردہ کے ممالک کی تقسیم و تجزیہ میں زبان اور قومیت کا بہت لحاظ رکھا گیا اور ملک کے جس حصہ میں جس قوم کی زبان بولی جاتی تھی اور جس قوم کی کثرت تھی اس کو اسی قوم کے زیر فرمان کر دیا گیا اور بعض صوبہ جات بالکل خود مختار بنا دیئے گئے دول یورپ کی حکومتوں کی کامیابی کا راز اس میں مضمر ہے کہ وہ اپنی زبان کی تبلیغ اور قومیت

کی ترقی سے کبھی بے پروائی نہیں کرتیں بلکہ اس کو بہت ہی اہمیت دیتی ہیں یورپی اقوام کو اس قدر اپنی قومیت کا پاس و لحاظ ہے اور اس قدر قومی حمیت ان میں پائی جاتی ہے کہ وہ کبھی اپنے قومی امتیازات اور یادگاروں کو مٹتا ہوا نہیں دیکھ سکتیں - وہ لوگ اپنی قوم کی تعداد کو بڑھانے اور قومی زبان کی اشاعت کے لئے سرگرم ہو کر کوشش کرتے رہتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جس قدر کسی قوم کی زبان زیادہ شایع ہوگی اسی قدر اس کے ہمدرد دنیا میں زیادہ پیدا ہوں گے یہی خیال تھا جس نے یوروپین اقوام کو افریقہ امریکہ اور دنیا کے اور حصص میں اپنے اپنے مستعمرات قایم کرنے پر متوجہ کیا جب کسی قوم کی آبادی روبہ ترقی رہتی ہے اور اس کا ملک روز افزوں آبادی کے لئے کافی نہیں ہو سکتا تو ایسی حالت میں نئی آبادیوں کو قایم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے - نو آبادیوں کو قایم کرنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں اور یہی نو آبادیاں اقوام کی آئندہ زندگی میں ایک پشت پناہ بنی رہتی ہیں کیونکہ ان نو آبادیوں میں اسی قوم کے افراد آ کر بستے ہیں جنھوں نے ان کو قایم کیا ہے اور وہاں وہی زبان بولی جاتی ہے جو اس قوم کی ہے مذہب بھی وہی رہتا ہے جو ان کا ہے اس لئے قومی وحدت اور تمدنی یک رنگی کی وجہ سے ایسے نو آبادیوں کے باشندوں کو اپنے وطن مالوف کے ساتھ (جہاں

وہ آکر بسے ہیں) ہمدردی کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے یہ گویا ایک ہی جسم کے مختلف اعضا ہوتے ہیں اگر ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضا بھی اس سے متأذی ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ؎

چو عضوے بدرد آورد روزگار دگر عضوہا را نماند قرار

جس وقت انگلستان اور جرمنی میں اعلان جنگ ہوا تمام نوآبادیوں کی حکومتوں نے انگلستان کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور اپنے ابنائے اقوام کے فوائد کے خاطر ہر قسم کی قربانیاں کرنے کے لئے آمادہ ہو گئیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نوآبادیوں کے قیام سے بانی مستعمرات کو کس قدر فائدہ پہنچتا ہے۔ جب اہل یورپ کوئی نوآبادی قایم کرتے ہیں تو اس وقت پہلے اس بات کا لحاظ رکھتے ہیں کہ ایک ہی قوم کے افراد اس میں زیادہ آباد ہوں اور جب کوئی قوم کسی نوآبادی کو قایم کرتی ہے تو وہاں اپنی زبان جاری کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہے تاکہ ملک میں متحدہ قومیت قایم ہو جائے اور خطرناک سیاسی اختلافات موجود نہ رہیں اور نوآبادیوں کے قیام کا مقصد مفقود ہونے نہ پائے کناڈا۔ امریکہ اور اسٹریلیا وغیرہ کے حالات کو دیکھنے سے ہم پر اس بات کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ جاپانیوں کو امریکہ میں جاکر سکونت اختیار کرنے کی آزادی نہیں ہے اور ایسے قوانین رائج کئے گئے ہیں جن کے

لحاظ سے کسی ایشیائی قوم کے افراد وہاں جاکر آباد نہیں ہو سکتے حالانکہ اہل یورپ امریکہ میں جاکر آباد ہو سکتے ہیں۔ امریکہ میں گو متعدد یورپین اقوام آباد ہیں لیکن وہاں کی سرکاری زبان انگریزی ہے اور بہ نسبت اور زبانوں کے یہ زبان وہاں عام طور پر بولی جاتی ہے اس لئے کہ پہلے امریکہ برطانیہ کے زیر فرمان تھا اور وہ انگریزوں کی بہت بڑی نوآبادی تھی اور ملکی قانون کی پابندی تمام آباد ہونیوالی قوموں پر وہاں لازمی تھی امریکہ ہی پر کیا منحصر دوسری نوآبادیوں میں بھی اہل ایشیا کو سکونت اختیار کرنے کی عام اجازت نہیں اور ان کو وہاں بڑی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ آج کل کینیا کے ہندوستانیوں کا مسئلہ تمام ہندوستانی اخبارات میں زیر بحث ہے شہنشاہی کانفرنس منعقدۂ لندن میں ہندوستانی قایم مقاموں نے اس مسئلہ کو پیش کیا اور برطانوی نوآبادیوں میں آکر بسنے والے ہندوستانیوں کے حقوق پر بحث کی گئی۔

قومی تنزل کے رو بہ ترقی ہونے اور اسلامی زبان کے عالمگیر نہ ہونے کے مختلف اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ گزشتہ مسلمان سلاطین نے اسلامی نوآبادیوں کے قیام کا خیال نہیں کیا جس زمانہ میں اسلامی حکومتیں کمال عروج پر پہنچ چکی تھیں اور ان کے اقبال کا ستارہ آفتاب عالمتاب ہو کر دائرۂ نصف النہار پر چمک رہا تھا اس وقت یہ سلطنتیں اسلامی نوآبادیوں کو

اپنے مفتوحہ ممالک میں اگر قایم کریں اور ان کے ساتھ سلسلۂ اتحاد قایم رکھیں تو ایسی نو آبادیاں ان اسلامی سلطنتوں کی ہمیشہ کے لئے ممد و معاون بنی رہیں لیکن افسوس ہے کہ اولو العزم مسلمان سلاطین سلف نے ایسے اہم مسئلہ کو نظر انداز کر دیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ و بصرہ کو اسی اصول پر آباد کیا تھا جو ان کی دور اندیشی اور پیش بینی کا بین ثبوت ہے۔

دنیا کا عام اصول رہا ہے کہ فاتح قوم کی زبان اس وقت تک مفتوحہ ممالک میں استحکام کے ساتھ قایم نہیں رہ سکتی جب تک اس کی زبان تمدن اور مذہب ہر جائز اور مناسب طریقے سے ملک میں نہ پھیلایا جائے۔ جس وقت پولینڈ کی سلطنت کا تجزیہ ہوا اور روس آسٹریا اور جرمنی نے اس کو باہم تقسیم کر لیا تو جو حصہ پولینڈ کا جرمنی کے قبضہ میں آیا وہاں پہلے عام طور پر پولش زبان بولی جاتی تھی لیکن جرمنی حکومت نے اپنی سیاسی اغراض کے لئے یہ مناسب نہ سمجھا کہ جو حصہ پولینڈ کا اس کے تصرف میں آگیا ہے وہاں کے باشندے علیحدہ قومیت کی حیثیت سے رہیں اس کو یہ اندیشہ تھا کہ یہ علیحدہ قومیت ضرور ایک روز رنگ لائے گی اس لئے حکومت مذکور نے جرمنی زبان کی اشاعت اس ملک میں شروع کر دی ہر جگہ اس زبان کے سرکاری مدارس قایم کئے گئے اور جرمنی زبان میں تعلیم جبری اور لازمی قرار دی گئی اس کے علاوہ اور تدبیریں بھی اختیار کی گئیں

جن کی وجہ سے وہاں کے باشندے جرمن قوم میں جذب ہو جائیں ہزارہا کی تعداد میں اہل جرمنی اپنے وطن سے جاکر وہاں آباد ہو گئے جس کی وجہ سے جرمنوں کی مردم شماری میں زیادتی ہوتی گئی جرمن زبان کی اشاعت و ترقی کے لئے زمانہ دراز کی کوششوں کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ وہاں کی مقامی زبان کی بہ نسبت جرمن زبان عموماً اور بہ کثرت رائج ہو گئی اور غیر زبان والوں کی تعداد بتدریج کم ہوتی گئی اس طرح وہاں کے باشندوں میں جرمن تمدن اور جرمن معاشرت پھیلنے لگی جس وقت جرمنی نے شکست کھائی اور پریزیڈنٹ ولسن کے چودہ شرائط کا اعلان کیا گیا اور شکست خوردہ سلطنتوں کے اُن یوروپین غیر اقوام کو جو اُن کے زیر فرمان تھیں اصول خود اختیاری پر اپنی اپنی جداگانہ حکومتیں قایم کرنے کی آزادی دی گئی اس وقت اس اعلان کی وجہ سے یورپ میں ایک عام ہیجان پیدا ہو گیا اور چھوٹی چھوٹی قوموں میں آزادی کی لہر یورپ کے اِس سرے سے اُس سرے تک دوڑنے لگی۔ اسٹریا کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہنگری جو مدتوں سے خود مختاری کے واسطے پیچ و تاب کھا رہی تھی آخر آزاد ہو کر اپنی علحدہ حکومت قایم کرلی صوبہ گلیشیا جس کو آسٹریا نے پولینڈ سے سابق میں حاصل کیا تھا وہ پھر پولینڈ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا اور پولینڈ کو آزادی دی گئی۔ زیکو سلوواکیا کی علحدہ جمہوری حکومت قایم ہو گئی۔ ٹرانسلوانیا کے صوبہ پر رومانیہ

قابض ہوگیا اس لئے کہ وہاں اس کی قوم کا زیادہ عنصر تھا حکومت اٹلی کو پھر
اسٹریا کا کچھ حصہ دیا گیا اور بندرگاہ ٹریسٹ پر وہ قابض ہوگئی۔ فیوم کی
بندرگاہ بین الاقوامی قرار دی گئی اور اسٹریا کے اور صوبجات ہرزگیونیا بوسینیا
سرویہ کے حکومت میں شامل کئے گئے اس لئے کہ وہاں سلاو قوم زیادہ
تعداد میں آباد تھی اور حکومت سرویہ مدتوں سے ان صوبجات کو اپنے ملک
کے ساتھ الحاق کرنا چاہتی تھی۔ روس سرویہ کی ہمیشہ تائید میں رہا اور زار روس کی
حکومت کا مطمح نظر یہی تھا کہ ان بلقانی ریاستوں کو طاقتور بنا کر اپنے زیر اثر
رکھے تاکہ حسب ضرورت ترکوں اور آسٹریا کے خلاف ان سے کام لے سکے
آسٹریا میں مختلف قوم آباد اور مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں اس لئے حکومت
آسٹریا جب شکست کھا کر کمزور ہوگئی تو اسی دم دوسری قوموں نے اپنی
آزادی کا اعلان کر دیا یہی سبب ہے کہ آج ہم آسٹریا کو دنیا کی سطح پر ایک
چھوٹی سی سلطنت پاتے ہیں اگر آسٹریا میں ایک قوم زیادہ تعداد میں آباد
رہتی تو باوجود شکست کے شیرازہ حکومت اس قدر منتشر ہونے نہ پاتا جرمنی میں
ایک ہی قوم آباد تھی اس لئے اگرچہ جرمنی نے شکست کھائی لیکن اس کے
ملک کا زیادہ حصہ ہاتھ سے نہیں گیا اور پولینڈ کے اس حصہ سیلیشیا میں
(جو جرمنی کے تصرف میں تھا) کسی قسم کی بدامنی ہونے نہ پائی کہ وہاں زیادہ
تعداد جرمنوں کی آباد تھی اور جرمن زبان کی بہت کچھ اشاعت ہوگئی تھی

جیساکہ پہلے اس کے متعلق مفصل بیان کیاگیا ہے اِس وجہ سے آبادی کی ایک کثیر تعداد جرمن کے ساتھ ہمدردی کر رہی تھی اِس کا ثبوت یہ ہے کہ انقلاب روس کے بعد جب پولینڈ میں جدید حکومت قایم ہوئی تو اس وقت پولینڈ نے صوبۂ سیلیشیا کی واپسی کا مطالبہ کیا اور اس کے متعلق پولینڈ اور جرمنی میں تنازع شروع ہوگیا جب وہاں کے عام باشندوں سے رائے لی گئی کہ وہ کس حکومت کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں تو اس حصہ ملک کے زیادہ تر اضلاع نے جرمنی کے موافق رائے دی اور چند ضلعوں نے پولینڈ کے ساتھ ملحق ہونے کی خواہش ظاہر کی بہرحال جرمنی کے موافق زیادہ رائیں ہوئیں اور یہ صمیم العزم جرمنی کی اُن کوششوں کا نتیجہ تھا جو اس نے صوبۂ سیلیشیا میں اپنی قومیت کو پھیلانے کے لئے کی تھیں ورنہ ایسی کامیابی جرمنی کے لئے نہایت مشکل تھی۔ اس میں شک نہیں کہ جرمنی کی تمام نوآبادیاں فاتحین کے قبضہ میں آگئیں لیکن یورپ میں نہ اُس کا کوئی زیادہ ملکی نقصان ہوا نہ آسٹریا کی طرح حصے بکھرے ہوئے۔ اب جرمنی کی اندرونی حالت قابل اطمینان ہونے اور مرکزی حکومت کی کمزوری کے باعث جرمنی کے صوبہ رین میں جو متحدین کے زیر اثر ہے۔ اگرچہ ایک جدید جماعت قایم ہوگئی ہے اور یہ جماعت اس صوبہ میں علٰحدہ خود مختار جمہوری حکومت قایم کرنا چاہتی ہے اِس وقت صوبۂ رین میں اگر کوئی غیر قوم

آباد ہیں تو ضرور یہ تحریک کامیاب ہو جاتی لیکن صوبۂ مذکور میں جرمن قوم کی
کثرت ہے اور قرائن بتلا رہے ہیں کہ جب مرکزی حکومت طاقتور ہو جائیگی
تو یہ تحریک خود بخود مٹ جائے گی۔ ریوٹر کے تاروں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے
کہ اس تحریک کو کوئی زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔

پچھلے محاربۂ عظیم کی وجہ سے سلطنت روس کا بھی آسٹریا کا سا حشر ہوا
اور وہاں ایک عام خانہ بر انداز انقلاب ہونے کی وجہ سے سلطنت روس کا
شیرازہ بکھر گیا۔ ملک کے متعدد صوبوں کو جن میں متعدد اور مختلف الالسنہ
اقوام آباد تھیں بوجہ ضعف سلطنت اعلان آزادی کا موقع مل گیا۔ ممالک محروسۂ
روس کے یورپین حصے میں بھی صوبہ ہائے پولینڈ۔ فنلینڈ۔ اسٹونیا لتھونیا نے
علیحدہ ہو کر اپنی اپنی آزاد حکومتیں قایم کرلیں۔ روسی ترکستان میں بھی انقلاب
واقع ہوا اور جارجیا۔ آرمینیا اور آذربائیجان کی حکومتیں قایم ہوگئیں جو
اب سوئیٹ روس کے زیر اثر ہیں اسی طرح روسی سلطنت کے اور حصص
میں بھی اس انقلاب کا اثر ہوا اور اس کی پہلی سی وقعت اب باقی نہ رہی
علی ہذا القیاس ترکوں کو بھی اپنے بعض ایسے ایشیائی صوبجات سے دست بردار
ہونا پڑا جہاں غیر اقوام آباد تھیں اس کی تفصیل آگے کی جائیگی۔ ایران میں
عربوں کی فتوحات نے بہت بڑا انقلاب پیدا کیا عربوں کی طرز حکومت میں
عجیب بات یہ تھی کہ وہ جن ممالک پر قبضہ کرتے وہاں کے باشندوں پر

اُن کے تمدن مذہب اور زبان کا ایسا اثر پڑتا کہ خود بخود وہ عربی قومیت میں منضم ہوجاتے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جب ایران فتح ہوا وہاں کا مذہب تمدن اور قومیت بالکل جدا تھی اور چاروں طرف آتش پرستی کا رواج تھا مگر ایران میں جب عرب کے قبائل نے اپنا قدم جمایا تو مسلسل تبلیغ کی بدولت تھوڑی مدت میں کل قلمرو کو نور اسلام سے منور کردیا اور فاتح ومفتوح قوموں کے میل جول اور عربوں کے طریق سیاسی کی وجہ سے مفتوح قوم کے زبان پر بہت بڑا اثر پڑا فارسی زبان کی رسم الخط جو اس وقت ایران میں رائج تھی وہ عربی رسم الخط میں تبدیل ہوگئی۔ عربی الفاظ کثرت کے ساتھ فارسی میں داخل ہوگئے اور فارسی زبان میں کامل استعداد علمی پیدا کرنے کے لئے اسی قدر عربی کا جاننا ضروری ہوگیا جس طرح اردو زبان کے تکمیل کے لئے فارسی کا جاننا ضروری ہے۔ عربی زبان کی اشاعت نے ایران کے باشندوں کو مذہب اسلام سے واقف ہونے کا موقع دیا اور اس کے فوائد اور محاسن کو دیکھ کر ہزاروں ایرانی حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور فاتح ومفتوح زبان حال سے کہنے لگے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اگر ایران میں عربی زبان کی اشاعت نہ ہوتی اور عربی رسم الخط کا رواج نہ ہوتا تو

کبھی وہاں کے باشندوں کو اصول اسلام سے واقف ہونے کا موقع نہ ملتا اور نہ تبلیغ اسلام میں سہولت حاصل ہو سکتی اسلام کی ترقی رک جاتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہاں حکومت اسلامی اس قدر مدت تک قایم نہ رہ سکتی اور مسلمانوں کو ایران پر حکومت کرنے میں وہی دقتیں پیش آتیں جو ترکوں کو اب یورپ و ایشیا میں پیش آرہی ہیں ایران بھی ایک دوسرا آرمینیا اور تھریس بنجاتا جہاں غیر قوم کی وجہ سے ہمیشہ فتنہ و فساد برپا ہوتے رہے ہیں جس سے ترکی حکومت کو بہت صدمہ پہنچا۔ ایران میں مسلمان اسی وقت امن کیساتھ حکومت کرنے کے قابل ہوئے جب انھوں نے وہاں کی غیر قوم کو اپنے میں جذب کر لیا حقیقت میں کسی قوم کے مذہب کی تبلیغ کے لئے اس کی زبان کی اشاعت ہزاروں واعظین و مبلغین سے بڑھ کر کام کرتی ہے۔ عربوں نے مصر۔ طرابلس الغرب۔ ٹیونس۔ الجیریا۔ مراکو کے ممالک فتح کئے اور بر اعظم افریقہ کا ایک بڑا حصہ ان کے قبضہ میں آگیا۔ ایشیا میں بھی انھوں نے بہت سے ممالک فتح کئے۔ وہاں صدہا سال تک حکومت کرتے رہے اور اُن مفتوحہ ممالک میں مذہب اسلام عربی زبان عربی حروف اور عربی تمدن کی اس طرح اشاعت کی کہ افریقی ممالک مصر و سوڈان و طرابلس الغرب ٹیونس الجیریا اور مراکو میں عربی قومیت نہایت استحکام کے ساتھ قایم ہوگئی اور مذہب اسلام کے اصول پر عمل کرنے کی وجہ سے تمام عرب قوم ایک رشتہ

اتحاد میں جڑکر متحد ہو گئی اگرچہ اب عربوں کی حکومت کا سوائے مصر کے اور ممالک میں ایک موہوم سا نشان باقی رہ گیا ہے اور مراکشی حکومت فرانس کے زیر اثر برائے نام رہ گئی ہے لیکن عربوں کی مظلوم قوم فنا نہ ہوئی - عرب ممالک مذکور میں کثرت کے ساتھ آباد ہیں عربی زبان وہاں رائج ہے اور عربی تمدن قائم ہے جب تک کسی قوم کی قومیت ملک میں باقی رہتی ہے اس وقت تک وہ قوم مردہ تصور نہیں کی جا سکتی ان ممالک میں جو عرب قومیں آباد ہیں ان کی زبان زندہ ہے مذہب زندہ ہے اور تمدن زندہ اس لئے وہاں کے سیاسی حالت کو پیش نظر رکھکر ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ضرور یہ قومیں ایک نہ ایک روز خواب غفلت سے بیدار ہوں گی ان میں باہمی اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے گا - یہ دنیا کے اسٹیج پر سیاسی پارٹ کرتے ہوئے نظر آئیں گی اور مذہب اسلام کو ان کی وجہ سے ترقی نصیب ہو گی - کسی قوم کی حکومت کی تباہی سے ضرور اس کو نقصان عظیم پہنچتا ہے لیکن وہ نیست و نابود نہیں ہو سکتی جب تک اس ملک میں اس کی زبان اس کا مذہب مفقود نہ ہو جائے اور اس کی مردم شماری میں کمی نہ ہو جائے جس قوم کی قومیت باقی ہے وہ ایک ایسے درخت کے مشابہ ہے جس کی جڑ موجود ہے اور شاخیں کٹ گئی ہیں اس لئے امید بندھ جاتی ہے کہ ایسا درخت

ضرور نشو و نما پائے گا اس کے جڑیں سے جدید شاخیں نکل کر اس کے زندگی کا ثبوت دیں گی اور وہ ایک دن بار آور ہوگا لیکن جس درخت کی جڑیں ہی کٹ گئیں تو پھر اس کے نشو و نما پانے اور بار آور ہونے کی کیا امید ہو سکتی ہے یہی حالت اس قوم کی ہے جس کی حکومت کی تباہی کے ساتھ اس کی قومیت بھی تباہ اور اس کے تعداد میں انحطاط پیدا ہو گیا ہو اندلس میں اسلامی سلطنت کی جو تباہی ہوئی وہ مسلمانوں کیلئے تازیانۂ عبرت ہے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں طارق بن زیاد پہلی مرتبہ اندلس پر حملہ آور ہوا اور کامیابی حاصل کر کے عربوں کی حکومت کا بنیادی پتھر سرزمین اندلس میں رکھا اور اس فتح کے بعد عربوں کی عظیم الشان فتوحات کا سیلاب بتدریج سرزمین اندلس میں بڑھتے بڑھتے (کوہ پیرینیز) جبل البرتات پر بھی نہ رک سکا بلکہ اس پہاڑ سے گذر کر فرانس کے حدود میں پہنچگیا عربوں نے جس شان و شوکت اور جس منصفانہ طریق سے اندلس میں حکومت کی اور عربی زبان اور تمدن کو ملک میں پھیلایا ان تمام حالات کو ہم تاریخ کے صفحوں پر نہایت ہی تفصیل کے ساتھ پاتے ہیں عربوں کی ہشت صد سالہ حکومت میں عربی زبان اور علوم و فنون کی اس قدر اشاعت ہوئی کہ ہسپانیہ میں عربی بولنے والی آبادی کی تعداد میں بہت کچھ ترقی ہوگئی اور جا بجا عربی دار العلوم اور چھوٹے

بڑے مدارس اور عظیم الشان کتب خانے کھولدئیے گئے۔ تکمیل تعلیم و تحقیقات علمی کے لئے کتب خانے اور رصد خانے قرطبہ اشبیلیہ۔ سرقسطہ و طلیطلہ وغیرہ مشہور شہروں میں قایم کئے گئے۔ یورپین ممالک الطالبہ۔ فرانس جرمنی اور انگلستان وغیرہ سے طلبہ ان علمی مرکزوں میں تحصیل علم کے لئے جوق جوق آیا کرتے تھے اِس وقت اندلس میں عربی زبان اعلیٰ تعلیم علوم و فنون کا ذریعہ بن گئی تھی جیسے آج کل ہندوستان میں انگریزی زبان اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہوگئی ہے۔ عربوں نے فن تاریخ۔ حکمت۔ فلسفہ۔ ہیئت۔ ریاضی۔ جغرافیہ طب۔ کیمیا۔ علم طبقات الارض۔ علم الحیوانات۔ علم النباتات وغیرہ میں زبان عربی کو بہت ترقی دی اور ان کو اوج کمال تک پہنچایا۔ خلیفہ عبدالرحمن کے زمانے میں تیاری ایروپلین (طیاروں) کے مسئلے پر بھی غور کی جارہی تھی۔ غرض علوم عربیہ کے انوار نے اندلس کی تاریکی جہالت کو رفع کردیا اور فاتح قوم کی زبان کا ایسا عمدہ اثر مفتوح قوم کی زبان پر ہوا کہ ہزاروں عربی اصطلاحات اور عربی الفاظ اندلس کے عیسائیوں کے زبان پر چڑھ گئے عیسائی امیرزادے اور علم دوست عیسائی اپنی زبان اور اپنے علم کو بالکل ترک کرکے ہر چیز میں عربی کی تقلید کرتے تھے۔ اکثر عیسائی نوجوان عربی مشاعرہ کے دلدادہ اور خود میدان شاعری میں گوئے سبقت لیجانے کے لئے نہایت سعی او کوشش کرتے تھے۔ اونہیں جس قدر فلسفہ قاضی ابن رشد سے شغف تھا

اس کا عشر عشیر بھی عہد عتیق اور عہد جدید سے نہ تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ نہایت محنت کے ساتھ عربی زبان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

پادری بولو جس اندلس کی حالت کو بیان کرتے ہوئے تعصب آمیز لہجہ میں لکھتا ہے کہ اب ملنبان عیسوی عربی زبان اور تمدن پر اپنی جانیں نثار کرتے اور اپنی مادری زبان اور مذہبی کتابوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں دیکھو خلافت اندلس جلد سوم صفحہ ۲۳۹ اور مورزان اسپین مصنفہ علامہ لین پول تھیں وہ ترقیاں جو عربوں نے کیں وہ ان اسباب کی تہ تک پہنچتے تھے جو حکومت کی کمزوری کا باعث ہوا کرتے ہیں اور پھر اُن کے رفع کی کوشش کرتے تھے۔ موسیو ڈوزی نے اندلس اور پرتگال کے زبانوں کے ان الفاظ کی جو عربی سے مشتق ہوئے تھے فہرست تیار کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربی زبان سرعت کے ساتھ سرزمین اندلس میں شائع ہو رہی تھی عربی زبان کی اشاعت سے تبلیغ اسلام میں بہت مدد ملی اندلس کے ہزاروں عیسائیوں کو اس مذہب سے واقف ہونے کا موقع ملا اور بہت سے عیسائیوں نے اسلام قبول کیا تاہم عیسائیوں کی کثرت ملک میں ہنوز باقی تھی اگر عربوں کو کچھ اور مدت امن کے ساتھ اندلس میں حکومت کرنے کا موقع ملتا تو وہ بہت کچھ ترقی کر جاتے لیکن خود اندلس کے عربوں کی تغافل شعاری و باہمی رقابت ان کے تباہی کا باعث ہوئی۔ فتح و نصرت کے نشہ نے ان کو راہ راست سے بہکا دیا

تن آسانی اور لہو ولعب نے انہیں بزدل بنا دیا بغض وحسد کی آگ نے انہیں پھونک دیا ادبار کی کالی گھٹائیں ملک پر چھا گئیں طوائف الملوکی چاروں طرف پھیل گئی عرب سرداروں اور فرمانرواؤں کی باہمی خانہ جنگیوں کے باعث عیسائی رہبانوں میں ریشہ دوانی کی جرأت پیدا ہوگئی اور مسیحی اقوام کو مسلمانوں کے خلاف متحد ہونے کا موقع ملگیا کئی صوبے عربوں کے ہاتھ سے نکل گئے عیسائی بادشاہوں سے شکست کھانی پڑی آخر اس جنگ وجدال اور کشت وخون کی گرم بازاری نے سرزمین اندلس میں عربوں کی قومیت اور حکومت کی بنیاد کو بیخ دبن سے اکھیڑ دیا ملک میں عربی زبان کی اشاعت رک گئی اور عربوں کی مردم شماری پر ان کی خانہ جنگیوں کا بہت ہی برا اثر پڑا جس سے ان کی تعداد میں کمی واقع ہوئی کسی ملک میں علم کی اشاعت اور اس ملک کی مردم شماری میں زیادتی اسی وقت ممکن ہے جب کہ ملک میں مسلسل امن رہے لیکن اندلس کے حالات اور واقعات بالکل اس کے برخلاف تھے جس وقت عربوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا ان کی قومیت اور ان کے مذہب وتمدن کو سرزمین اندلس سے مٹانے کی کوشش شروع ہوگئی اندلس پر عیسائیوں کا تسلط ہوتے ہی ملک میں مذہبی احتسابی عدالتیں قایم ہوگئیں مسلمانوں کو تبدیل مذہب پر مجبور کیا اور عربی تمدن اور عربی زبان کو ملک سے مٹانے کیلئے خاص طور پر کوشش کی گئی عربی مدارس اور دارالعلوم بند کر دئے گئے اور

مسلمان اپنے قومی لباس کے بدلنے اور قومی رسم ورواج کے چھوڑنے پر مجبور کئے گئے اِس طرح تمام وہ تدبیریں اختیار کی گئیں جو ایک قوم کی قومیت کو مٹانے کے لئے ضروری ہوتی ہیں اور بہت سے عربوں کو خارج البلد کر کے ان کی تعداد ملک میں کم کردی گئی (دیکھو خلافت اندلس جلد سوم صفحہ ۲۴۱ و ۲۴۲)

غرض اندلس میں عربوں پر اِس طرح مصیبت آئی ؎

یاد آتی ہے خزاں میں عشرت ایام گل   حال بلبل غیر ہے رنگ گلستاں دیکھکر

تاریخی واقعات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اندلس سے عربوں کی حکومت کا نیست ونابود ہونا کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ عربوں کی قومیت کو بھی مٹانا ضروری خیال کیا گیا۔ اگر ان کا تمدن زبان اور قومیت نہیں مٹائی جاتی اور مذہبی آزادی کے ساتھ ملک میں رہنے کی اجازت دی جاتی تو ایک نہ ایک روز ہم اندلس کے ایک ایک گوشہ کو نور اسلام سے منور پاتے اور گزشتہ اسلامی حکومتوں کی شکستہ بنیادوں پہ پھر حکومت اسلامی کی ایک جدید عمارت قایم ہو جاتی۔ غرض عربوں کی سلطنت اور ان کی قومیت سرزمین اندلس سے ہمیشہ کے لئے جاتی رہی اب صرف چند عمارات اور مساجد کے کھنڈر وہاں باقی رہ گئے ہیں جو اپنی زبان حال سے گزشتہ عربی سلطنت کی عظمت وجبروت کی شہادت دے رہے ہیں ہمارے قومی شاعر (جناب حالی پانی پتی) کہتے ہیں۔

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے
مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے
خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے
جلال ان کا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

عربوں پر کیا منحصر اور اسلامی اقوام نے بھی ہمیشہ یہی غلطی کی کہ انہوں نے جو ممالک فتح کئے ان میں اپنی زبان و مذہب و قومیت کو پھیلانے کی طرف توجہ نہیں کی اگر مسلمان ایسے مناسب وسائل اختیار کرتے جن کی وجہ سے مفتوح قومیں بخوشی اسلامی تمدن زبان اور قومیت اختیار کر لیتیں تو اس سے مسلمانوں کو ایک عظیم فائدہ پہونچتا مفتوحہ ممالک میں اتحاد قومی کی وجہ سے تمام اہل ملک کے سیاسی اغراض بھی ایک ہی ہو جاتیں اتحاد و اتفاق ان میں قایم رہتا اور اسلامی ممالک کے اجزا مختلف غیر اقوام کے ہاتھوں اس طرح متفرق نہ ہوتے اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک کسی مفتوحہ ملک میں اسلامی حکومت طاقتور رہی اس ملک کی کثیر التعداد غیر مسلم اقوام نے قلیل التعداد مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا لیکن زمانہ دراز کے بعد جب مسلمانوں کی سلطنتیں کمزور ہوگئیں تو ان مفتوحہ ممالک کی کثیر التعداد غیر مسلم رعایا نے قلیل التعداد مسلمانوں پر غالب آکر سخت سیاسی نقصان پہنچایا جس سے وہ برباد و تباہ ہو گئے جیسے پانی سے بلبلا اٹھکر پھر اسی میں معدوم ہو جاتا ہے یہی حالت بعض اسلامی سلطنتوں کی ہوئی وہ زیادہ مدت تک قایم رہنے نہ پائیں۔

استحکام حاصل نہو سکا اور ان کا سیاسی اثر بہت جلد دنیا سے زائل ہو گیا ؎

نہیں جمتا کسی کا نقش اس دنیائے فانی میں
حباب آسا مٹا ابھرا جو بحر زندگانی میں

اگر ہم تاریخوں کو بغور مطالعہ کریں تو ان میں اسلامی سلطنتوں کی تباہی کے ایسے عبرت انگیز واقعات نظر آئینگے جن سے بہت عمدہ سبق حاصل ہو سکتا ہے یورپ میں ترکوں کی سہل انگاریوں اور یورپی اقوام کی کینہ توزیوں کی وجہ سے جو عظیم الشان انقلاب پیدا ہوئے وہ اظہر من الشمس ہیں وہ زمانہ اہل تاریخ کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ ترکوں کی فتوحات کا سیلاب وینا دار السلطنت آسٹریہ کے دیواروں تک پہنچ چکا تھا۔ ترکی حکومت نہایت زبردست ہو گئی تھی آسٹریہ ہنگری پر بھی ترکوں کا رعب چھا گیا تھا خصوصاً سلطان سلیمان اعظم کے فتوحات نے خاندان عثمانیہ کی عظمت و جبروت کو انتہائے کمال تک پہنچا دیا اسی سلطان کے عہد حکومت میں ہنگری اور ٹرین سلونیا دولت عثمانیہ کے قصبہ میں آگئے اگرچہ ترکوں کی غفلت کے سبب انہیں ان فتوحات کے ثمرہ سے محروم ہونا پڑا اور آسٹریا و ہنگری کے مفتوحہ ممالک و صوبہ جات بتدریج ان کے ہاتھ سے نکل گئے تاہم ترکوں کی بہت بڑی سلطنت قایم ہو گئی ایشائی ممالک کے علاوہ تمام جزیرہ نمائے بلقان ترکوں کے زیر حکومت تھا۔ یونان۔ سرویا۔ رومانیا۔ بلگیریا مانٹینگرو سب ترکی سلطنت کے صوبے تھے

اور ترکوں کے عمال ان پر حکمرانی کرتے تھے اسی طرح صوبجات البانیا دہرزے گوینا و بوسینیا پر بھی ترکوں کا قبضہ تھا اگر ہم ان وجوہ کا پتہ لگائیں اور ان اسباب پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا سبب تھا جو ترکوں کو اپنی سلطنت کے ایک بہت بڑے حصہ سے دست بردار ہونا پڑا اور دول یورپ کو ان کے سیاسی معاملات میں وقتاً فوقتاً مداخلت کرنے کا موقع ملتا رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترکوں نے بہادری اور فتوحات میں بڑی شہرت حاصل کی لیکن سیاست و نظم و نسق مملکت میں وہ پایہ انہیں نصیب نہ ہوا اس لئے دنیا کی شجیع قوموں میں سے ایک قوم ہونے کی حیثیت سے ان کے لئے ضروری تھا کہ اس میں بھی ناموری حاصل کرتے۔ میرا مقصود یہ نہیں ہے کہ ترکوں میں ریاست اور سیاست کی قابلیت نہ تھی اگر وہ ایسے ہوتے تو کبھی اتنی بڑی سلطنت قایم ہی کر سکتے البتہ دول یورپ کی ڈپلومیسی کے مقابلہ میں ان کی دور اندیشی اور ان کا تدبر زیادہ قوی نہ تھا تحفظ سلطنت کے لئے ہمیشہ تلوار ہی مدد نہیں دے سکتی بلکہ اس کے ساتھ حسن تدبیر بھی ضرور ہے ترکوں نے جو ممالک یورپ میں فتح کئے وہاں انہوں نے اپنی زبان کی اشاعت اور اسلامی تمدن اور اسلام کی تبلیغ کے لئے کافی توجہ اور جد و جہد سے کام نہیں لیا ترکی قوم نے اپنی مردم شماری کے ازدیاد کے طرف بھی کوئی توجہ نہ کی

ترک ہمیشہ فتوحات میں ہی مشغول رہے لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے
ایسی تدبیریں اختیار نہیں کیں جن سے سلطنت کی بنیاد مستحکم ہو جاتی ہم ایک
حد تک ترکوں کو اس میں معذور خیال کرتے ہیں شاید باہمی قتل و قتال اور
دوسری سلطنتوں سے علی التسلسل جنگ و جدال کی وجہ انہیں اپنے
ملک کی اندرونی اصلاح اور مفتوحہ یوروپین صوبجات میں تبلیغ اسلام
اور اپنی قومیت کی ترقی کا موقع نہ ملا غرض اس کی وجہ کچھ ہی ہو مگر ترکوں کا
یہ سیاسی نقص ان کی سلطنت کے لئے مہلک ثابت ہوا جس کا خمیازہ وہ
اب تک بھگت رہے ہیں تمام جزیرہ نمائے بلقان اور ایشیا کے ترکی صوبہ
آرمینیا میں عیسائی اقوام کی آبادی ترکی قوم سے کئی گنے زیادہ رہی جس کی
وجہ سے زار روس کی حکومت کو ہمیشہ ان صوبجات کے عیسائیوں پر
برا اثر ڈالنے اور ترکوں کے خلاف شرارت و بغاوت پر آمادہ کرنے کا موقع
ملتا رہا اور اسی میں روسی کامیابی کا راز مستتر تھا۔ روس ترکوں کا نہایت
سخت اور دیرینہ دشمن ہے پیٹر اعظم (زار روس) کا مقصد اصلی یہ تھا کہ
بہر صورت قسطنطنیہ پر قبضہ ہو جائے تاکہ ترکوں کا قلع قمع ہو اور تمام دنیا پر
اپنا سکہ بیٹھے یہی وجہ تھی کہ جب کبھی ترکوں نے ملک میں امن قایم کرنے کی
کوشش کی اور سرکش جماعتوں کا قلع قمع کرنا چاہا تو یورپ میں ایک شور مچ گیا
کہ ترک غیر اقوام پر ظلم و ستم کر رہے ہیں دول یورپ نے آرمینیا میں اصلاحات

جاری کرنے کے لئے ہمیشہ ترکوں پر دباؤ ڈالا روس نے بلقانی ریاستوں کو
آزادی دلانے کے لئے بہانہ سے کئے مرتبہ ترکوں سے جنگ کی اور اُن کو
ایسے معاہدے پر مجبور کیا جس کی رو سے اُن غیر اقوام کو جو ترکوں کی
حکومت میں تھیں یکے بعد دیگرے سیاسی آزادی دی گئی۔ ۳ مارچ ۱۸۷۸ء
میں بمقام سنسٹی فانو ترکوں کی شکست کے بعد روس و ترکی میں جو معاہدہ
ہوا اس کے شرائط کی رو سے ترکوں کو مجبوراً مانٹینگرو۔ سرویا اور رومانیا
کے صوبجات سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہونا پڑا ان صوبوں میں
عیسائی فرمانروا مقرر کئے گئے اور ان کی ریاستیں خود مختار قرار دی گئیں
بلگیریا کا ملک دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک تو خود مختار باجگزار بنا یا گیا
اور دوسرا اس شرط سے سلطان کی حکومت میں رکھا گیا کہ صوبہ کا گورنر
عیسائی مقرر ہو پہلے کا نام بلگیریا رکھا گیا اور دوسرے کا نام مشرقی رومیلیا
نہ صرف اس پر اکتفا کیا گیا بلکہ معاہدہ سنسٹی فانو کی رو سے صوبجات
آرمینیا اور ہرزیگونیا و بوسینیا میں اصلاحات کا وعدہ لیا گیا اس معاہدہ
سے روس کو اپنی آئندہ سیاسی چالبازیوں کے لئے میدان صاف
ہو گیا اور حکومت آسٹریا کو صوبجات ہرزیگونیا و بوسینیا کے ہضم کر لینے کا
موقع ملا۔ بلگیریا کو پہلے جو باجگزار ریاست قرار دیا یہ اس کی آئندہ
آزادی کے لئے ایک عمدہ تمہید تھی اس کے بعد یہ ریاست خود بخود ترکی

سلطنت کے اثر سے آزاد ہوگئی اور روسی سلطنت ہمیشہ اس کی مدد و معاون بنی رہی سلطان محمود کے عہد حکومت میں دولت عثمانیہ کے یونانی صوبہ میں جو آتش بغاوت بھڑکی اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہاں ترکی قوم کا عنصر ضعیف تھا بس جیا جو عیسائی دول یورپ کو عیسائیوں کی پرچک اور حمایت کا موقع ملگیا انہوں نے دولت ترکی پر دباؤ ڈالا کہ یونان کو پوری طرح اندرونی آزادی دی جائے آخر یونان کو ترکی ریاست کا باجگزار قرار دے کر مطلق آزادی دلوائی گئی۔ جن شرائط پر یونان کو آزادی دلوائی گئی ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان مالکان اراضی یونان سرزمین کو خالی کردیں۔ اس ناواجبی شرط کا یہ اصلی مطلب تھا کہ جہاں تک ممکن ہو قلمرو یونان میں صرف عیسائی آباد ہوسکیں اور مسلمانوں کو قدم جمانے کا موقع نہ ملے (تاریخ خاندان عثمانی جلد دوم صفحہ ۳۸۹) اس طرح یونان تو پہلے ہی یوروپین طاقتوں کی مدد سے آزاد ہوچکا تھا لیکن ایپرس تھسلی اور جزیرہ کریٹ میں یونانی قوم کی کثرت تھی اس لئے ہمیشہ ترکوں کو مشکلات کا سامنا رہا آخر یہ صوبجات بھی یونان کے ساتھ ملحق کئے گئے عہد نامہ سنسٹی فانو کے بالکل برخلاف برلن کانگریس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ صوبجات ہرزیگوینیا و بوسینیا میں اسی وقت قرار واقعی انتظام ہوسکتا ہے جب کہ وہ حکومت آسٹریا کے قبضہ میں آجائیں پس آسٹریا نے ان صوبجات کو اپنی حکومت میں لے لیا

غرض زارنکولاس نے ترکوں کے خلاف اعلان جنگ کرکے جب انہیں شکست دی تو ۱۴ ستمبر ۱۸۲۹ء کو ادرنہ (اڈریانوپل) میں فریقین کے وکلاء نے ایک عہدنامہ مرتب کیا جس کی رو سے ترکوں کو اور متبذل شرائط کے علاوہ یہ شرط بھی مجبوراً تسلیم کرنی پڑی کہ والیشیا اور مالڈیویا کے معاملات میں کوئی ترکی افسر دخل نہ دیگا اور آیندہ وہاں کوئی مسلمان نہیں رہیگا جو مسلمان اس وقت وہاں موجود ہیں وہ ڈیڑہ سال کی مدت میں اپنی املاک فروخت کرکے ہجرت کرجائیں گے الغرض یہ صوبے ترکوں کے ہاتھ سے نکل کر آزاد ہوگئے صرف ایک قلیل المقدار خراج رہ گیا اور برائے نام سیادت رہگئی اور بس۔ وہ تدبیریں تھیں جن کے ذریعہ بچارے قلیل التعداد ترک تدریجاً یوروپین صوبوں سے نکال کر ساحل باسفورس کے طرف ڈھکیل دئے جارہے تھے۔ نپولین جو ترکی شجاعت کا معترف تھا سینٹ ہلینا کی نظربندی کے زمانہ میں اُس نے یہ کہا تھا کہ دولت ترکی سے سخت غلطی ہوئی ہے جو یونان وغیرہ صوبوں میں عیسائیوں کے جم غفیر کو ایک جگہ رہنے دیا اس کا نتیجہ جلد ہو یا دیر بربادی کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتا۔ دولت عثمانی کے قبضہ سے اتنے بہت یوروپین صوبے نکل گئے تو سلطنت میں ضعف پیدا ہوگیا اگر ان صوبجات میں ترکی قوم کی تعداد زیادہ ہوتی اور ترکی زبان کی اشاعت اور قومیت و مذہب کو ترقی دے کر ایک متحدہ قومیت کی

بنیاد ڈالی جاتی تو یہ صوبجات ترکوں کے قبضہ سے ہرگز نہیں نکلتے بلکہ ترکی سلطنت کے لئے چند لاینفک ہوجاتے اور روس کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ بعض صوبجات کی غیر مسلم اقوام کو ترکی سلطنت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر سکتا۔ ان صوبجات میں ترکی قوم کا عنصر زیادہ نہ تھا اس لئے رومانیا بلگیریا اور سرویا کے باشندے ہمیشہ ترکوں کے خلاف روس سے ساز باز کرتے رہتے اور جب روس و ترکی میں اعلان جنگ ہوتا تو فوراً روسیوں کے ساتھ شریک ہوکر ترکوں کے خلاف لڑتے روسیوں کا یہ حال تھا کہ جنگ میں غالب آتے ہی ترکی مسلمانوں پر دست تطاول دراز کرتے تیغ و تفنگ سے لاکھوں مسلمانوں کا خون بہاتے اور صدہا قریوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتے تاکہ ترکی قوم کا نام و نشان صفحۂ دنیا سے مٹ جائے اگر جزیرہ نمائے بلقان میں ترکوں کے ہم مذہبوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو ترکی سلطنت کے سیاسی اغراض کو بہت تقویت ہوتی بلقان میں ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت کی بنیاد پڑ جاتی اور سیاست کا نقشہ بالکل جدا ہو جاتا لیکن مسلمان اپنی حالت زار پر جس قدر زیادہ افسوس کریں کم ہے آج ہم اندلس کی طرح بلقان میں بھی مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا دلشکن اور یاس انگیز نظارہ دیکھ رہے ہیں ؎

گلشن اجڑ چلا ہے اے باغباں ہمارا ہونے کو تنکے تنکے ہے آشیاں ہمارا

جس وقت جنگ بلقان شروع ہوئی تو اونہیں بلقانی ریاستوں نے جو کسی زمانہ میں ترکوں کی حکومت میں تھیں اپنی متحدہ جدوجہد سے ترکوں کو شکست دی اور یورپین ٹرکی کے ایک بڑے حصہ کو باہم تقسیم کرلیا جنگ بلقان کے خاتمہ پر ترکوں کے پاس یورپ میں تھوڑا سا حصہ ملک قسطنطنیہ سے لیکر دریائے مرتضے تک باقی رہ گیا تھا جس میں اورنہ بھی شامل ہے جنگ بلقان کے بعد ترکوں نے پھر وہی غلطی کی جس کی وجہ سے ترکی سلطنت یورپ اور ایشیا میں کمزور ہوگئی تھی ؎

کانٹے یہ ہم نے بوئے ہیں سب اپنے ہاتھ سے
اب ہے عبث شکایت جور ستم ہمیں

سمرنا اور تھریس میں یونانی قوم کی ایک کثیر تعداد موجود تھی یہی سبب ہے کہ ترکی کثرت اونہیں مطیع و منقاد نہ رکھ سکی اس لئے کہ یونانیوں کی قلت بھی ہمسایہ حکومتوں کی مدد کے گھمنڈ پر سیاسی نقطۂ نظر سے بہت کچھ اہمیت رکھتی تھی اور ترکوں کی سیاسی مشکلات میں اضافہ کرنے کیلئے کافی تھی ترکوں نے اپنے ملک کی یونانیوں اور دوسری عیسائی اقوام کا تبادلہ بلقان کے ترکی مسلمانوں سے کرنے کی طرف کبھی توجہ نہیں کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب محاربہ عظیم میں ترکوں کو شکست ہوئی تو یونانی حکومت نے موقع پاکر سمرنا و تھریس میں اپنی فوجیں اتار دیں بے مزاحمت ان صوبجات پر قبضہ کرلیا اور وہاں کے یونانی باشندوں نے اپنے

ہم قوموں کی علانیہ امداد کی جب عہدنامہ سیورس مرتب ہوا تو اس کی رو سے ترکی سلطنت سیاسی حیثیت سے یورپ و ایشیا میں بالکل نابود سی ہوگئی تھی حسب شرائط معاہدہ مذکور قسطنطنیہ برائے نام ترکوں کے قبضہ میں رکھکر صوبہ آرمینیا کو علیحدہ خودمختار ریاست قرار دیا گیا اور روس و ترکی آرمینیا کو ملاکر ایشیا میں ارمنوں کی ایک وسیع سلطنت قایم کرنے کی تجویز ہوئی منشاء یہ تھا کہ حکومت آرمینیا کے قیام سے ترکی سلطنت کے لئے ایشیا میں ہمیشہ خطرہ رہے اس لئے آرمنوں کے تعلقات ترکی کے ساتھ کبھی اچھے نہیں تھے۔ معاہدہ مذکور کے رو سے صوبہ سلیشیا فرانس کو دیا گیا سمرنا و تھریس میں یونانی آبادی کی کثرت ایک بہانہ ہوگئی اور یہ صوبجات یونان کے حوالہ کئے گئے اگر ان صوبجات پر یونان کا ہمیشہ کے لئے قبضہ ہوجاتا تو ترکوں کے حق میں اس کے نتائج بہت ہی برے ہوتے سمرنا یونان کے قبضہ میں آجانے کی وجہ سے بحر متوسط میں ایک عمدہ اور اہم بندرگاہ ترکوں کے ہاتھ سے نکلجاتی جس کی وجہ سے ترکی سلطنت کی تجارت پر بہت ہی برا اثر پڑتا اور یونانیوں کو ہمیشہ ترکوں کے خلاف کارروائی کرنے کیلئے موقع ملتا۔ مشرقی تھریس پر یونانیوں کے قابض ہوجانے کی وجہ سے یورپ میں ترکی سلطنت برائے نام رہجاتی اور قسطنطنیہ ہمیشہ خطرہ میں رہتا اس سے

ترکوں کی پولیٹکل حالت بہت نازک ہو جاتی اور امن کے ساتھ ہرگز وہ حکومت نہیں کر سکتے تھے ترکوں کی شجاعت اور حب الوطنی کی وجہ سے معاہدہ سیورس ہباءً منثورا ہو گیا ترکوں نے یونانیوں کو شکست فاش بلکہ اپنے ملک سے نکال باہر کیا اس لئے ترکوں کو عہدنامہ لوزین کی رو سے کچھ کھوئے ہوئے صوبجات واپس مل گئے ترکوں کا پورے اناطولیہ اور ترکی آرمینیا پر تسلط ہو گیا اور وہ صوبجات جہاں ترکی قوم آباد تھی انکی حکومت میں رکھے گئے قسطنطنیہ اور تھریس پر دوبارہ ترکوں کا قبضہ ہو گیا اور ترکوں کے پرانے دارالسلطنت اور نہ پر پھر ترکی قومی پھریرا لہرانے لگا ترکی سلطنت میں غیر اقوام کو جو رعایتی حقوق دئے گئے تھے وہ حسب شرائط معاہدہ مذکور منسوخ کر دئے گئے تاہم اس یوروپین محاربۂ عظیم سے پہلے ترکی سلطنت کی جو وسعت تھی وہ قایم رہنے نہ پائی پورا جزیرۃ العرب ترکوں کے ہاتھ سے نکل گیا صوبہ حجاز خود مختار ہو گیا شام و فلسطین اور عراق عرب اغیار کے زیر اثر ہو گئے اور ترکوں کو اپنی سابقہ سلطنت کے تقریباً نصف حصہ سے دست بردار ہو جانا پڑا اس شکست نے ترکوں کو خواب غفلت سے جگا دیا انہوں نے یوروپ کے سیاسی حالات پر نظر ڈالکر اپنے سیاسی اغراض و مقاصد میں بہت کچھ تغیرات کر دئے ہیں۔ انگورہ گورنمنٹ کے تازہ اور نئے حالات جو ہمیں وقتاً فوقتاً

معلوم ہوتے رہتے ہیں ان سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ترکوں نے یہ یقین کرلیا ہے کہ اگر عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے تو دنیا میں ایک طاقتور قوم کی حیثیت سے رہیں اور اپنی قومیت کو ملک میں ترقی دیکر اور اس کی تعداد کو بڑھاکر سابقہ سیاسی غلطیوں کے مضر اثرات کی تلافی کردیں یہی سبب ہے کہ یونان کی شکست کے بعد جب عہدنامہ لوزین مرتب ہوا تو حکومت انگورہ نے اپنی توجہ اناطولیہ اور مشرقی تھریس کی یونانی آبادی کو ان ترکی مسلمانوں سے بدل لینے کی طرف مبذول کی جو یونان میں آباد ہیں اس قسم کی ایک شرط لوزین کانفرنس میں پیش کی گئی اور عہدنامہ لوزین کی رو سے اہل یونان مقیم ترکی اور ترکی ساکنین یونان کا تبادلہ ہوگیا تاکہ دونوں ملکوں میں جس قدر جلد ہوسکے ایک ہی قوم باقی رہجائے حکومت انگورہ نہ صرف اناطولیہ اور صوبۂ تھریس بلکہ قسطنطنیہ سے بھی یونانی اور غیراقوام کے اخراج و تبادلہ کو ضروری خیال کرتی ہے ترک سمجھ گئے ہیں کہ یونانیوں کی آبادی ملک میں قایم رکھنے سے آیندہ سیاسی الجھنیں پڑجائیں گی اس لئے مناسب یہ ہے کہ انکا تبادلہ یونان میں رہنے والے ترکی مسلمانوں سے کرلیا جائے اس سے ترکوں کی مقامی تعداد میں اضافہ ہوجائے گا اور ترکی قوم کا بکھرا ہوا شیرازہ پھر ایک جگہ مجتمع ہوکر ترکوں کی ایک متحدہ

قومیت کی بنیاد پڑ جائے گی اور ملک میں صرف ایک ہی ترکی قوم کی کثرت دکھائی دیگی جو قومی اور سیاسی اغراض میں متحد و متفق نظر آئے گی۔ اسی طرح ترک صوبۂ آرمینیا میں بھی اپنی قومیت کی بنیاد ڈالنے اور اس کی تعداد کو بڑھانے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور یہ تجویز ہوئی ہے کہ آرمنی جنوبی روس یا شام کے ملک میں اپنے لئے جگہ ڈھونڈھ لیں آرمنوں کا ملک شام میں آکر آباد ہونا مسلمانان شام کے لئے مضر ہے اس لئے جنوبی روس میں جاکر قیام کرنا ان کے لئے مناسب ہوگا ملک یونان سے جو مسلمان اگر مشرقی تھریس اور اناطولیہ میں بود و باش اختیار کریں گے اس سے نہ صرف ترکی سلطنت کو ہی تقویت ہوگی بلکہ ہزاروں ترکی مسلمان غیر مسلم قوم کے ظلم و ستم کا شکار ہونے سے محفوظ ہو جائیں گے اور ان کی قلت تعداد پر یونانی کثیر التعداد آبادی کے تمدن اور زبان کا جو برا اثر پڑ رہا ہے وہ ہمیشہ کے لئے زائل ہو جائے گا یونان ہی نہیں بلکہ دوسری بلقانی ریاستوں میں بھی مسلمانوں کی حالت ناقابل اطمینان ہے اور ان کے طریق سیاست کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہاں کے تھوڑے سے مسلمانوں کی قومیت محفوظ رہنے کے متعلق کوئی خوشگوار امید نہیں کی جا سکتی گزشتہ جنگ بلقان کے زمانے میں یونان اور بلگیریا میں مسلمانوں کو بہت سی مصیبتیں اٹھانی پڑیں ہزاروں مسلمان ہجرت کر کے دوسرے مقامات کو

چلے گئے جس سے بلقان کی اسلامی آبادی کو سخت صدمہ پہنچا۔ غرض بلقانی
ریاستوں کا مسلمانوں کے ساتھ یہ افسوسناک طرزِ عمل رہا زار روس کے
تباہ کن طریق سیاست کی وجہ سے بھی ہزاروں مسلمان برباد ہو گئے ہمیشہ
ترکوں کو ایک نیا زخم کاری لگتا رہا اور کئی اسلامی سلطنتیں صفحۂ دنیا سے
نیست و نابود کر دی گئیں سابقہ ترکی سلاطین نے ان خرابیوں سے ہوشیار
ہونے کے بدلے غیر اقوام کو اپنے ملک میں جگہ دی اور ہر قسم کے تجارتی
اور عدالتی حقوق وغیرہ کی مراعات کر کے خود اپنے ہاتھوں اپنی بیخ کنی
کی جس سے ترکی قوم سخت مشکلات میں مبتلا ہو گئی۔ خدا کا شکر ہے کہ
اب حکومت انگورہ ممالک محروسہ میں اپنے قوم کی ترقی اور ترکی زبان
کی اشاعت کے لئے خاص تدابیر عمل میں لا رہی ہے ترکی زبان میں جا بجا
مدارس قایم کئے جا رہے ہیں تعلیم کو عام کرنے کی کوشش ہو رہی ہے
جن مدارس فرانسیسی زبان میں زیادہ تعلیم دیجاتی تھی وہاں چھوٹے درجوں میں
فرانسیسی کے بدلے ترکی زبان کی تعلیم جاری کی گئی اعلیٰ درجوں میں فرانسیسی
زبان کی تعلیم کا وقت بہت گھٹا دیا گیا اور اس کے بدلے ترکی زبان میں
تعلیم دینے کے لیئے زیادہ وقت صرف کرنے کا حکم ہوا۔ یوں تو پہلے ہی سے
سلطنت عثمانیہ میں دوسرے ممالک یورپ کی طرح تعلیم لازمی اور جبری
قرار دی گئی تھی لیکن اب حکومت کی خاص توجہ سے ترکوں کی تعلیمی حالت

اور ترکی زبان میں نمایاں ترقی کی توقع ہے اس لئے کہ ترکی زبان کی تعلیم تمام سرکاری اور غیر سرکاری مدارس میں اس طرح لازمی قرار دی گئی ہے کہ اب غیر اقوام پر بھی جو سلطنت عثمانیہ میں آباد ہیں ترکی کا سیکھنی واجب ہو گیا اگرچہ انھیں اپنی اپنی مادری زبان میں خانگی مدارس قایم کرنیکی اجازت ہے مگر ان میں بھی ترکی دوسری زبان کے طور پر لازمی قرار دی گئی ہے۔ ترکی سلطنت میں جو پردیسی کمپنیاں ہیں ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنا تجارتی حساب ترکی زبان میں رکھیں۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو ریوٹر کے تار سے یہ معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ میں ترکی زبان کی عام اشاعت کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کی رو سے تمام شاپوں کے سائن بورڈوں پر بجائے غیر ملکی زبانوں کے ترکی زبان تحریر کی جائے گی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت انگورہ کو اپنی قومی زبان کی اشاعت کا کس قدر خیال ہو گیا ہے حکومت مذکور نے ملک کی مردم شماری بڑھانے کے طرف بھی اپنی توجہ مبذول کی ہے اور ایسا قانون رائج کیا ہے جس کے سبب ملک کا کوئی جوان مرد یا عورت مجرد نہیں رہ سکتا اور عمر کی ایک خاص حد تک پہنچکر جو قانوناً مقرر کی گئی ہے شادی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے حکومت انگورہ جو اصلاحات اپنے ملک میں جاری کر رہی ہے اس سے ترکی کی بیداری کا بین ثبوت مل رہا ہے اور سلطنت عثمانیہ پر جو ناامیدی کی ایک تاریکی چھا گئی تھی

اب اس میں پھر امید کی جھلک دکھائی دے رہی ہے۔

باب دُوم

مسلمانانِ ہند وغیرہ کی حالت پر غور

پہلے باب میں معلوم ہو چکا ہے کہ کسی قوم کی زبان مذہب اور تمدن کی اشاعت سے اس کو کیا کیا فائدے حاصل ہو سکتے ہیں اب ہمیں مسلمانانِ ہند کی حالت پر بھی غور و فکر کرنی چاہئیے اور ان اسباب کو بھی دریافت کرنا چاہئیے جس میں ہماری قوم کی اصلی ترقی مضمر ہے اولاً ہم مسلمانوں کو چاہئیے کہ اپنے ملک و ملت کی خدمت کو اپنا فرضِ اولین و مقصدِ حیات تصور کریں امن و امان قائم رکھنے کا خیال ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں اور کوئی کام ایسا نہ کریں جو قانون شکنی کی حد تک پہنچتا ہو۔ بفضلِ خدا ہم مسلمانوں کو اپنی مادرِ وطن کے آغوش میں ہر قسم کا امن حاصل ہے ہمیں چاہئیے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں اپنے قیمتی وقت کو قوم کی فلاح و بہبود میں صرف کریں اور باہمی نزاعوں اور اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ مذہبی اور ملکی جھگڑوں میں ضایع نہ کریں مسلمانوں اور ہندوؤں کو یہ خیال کر لینا چاہئیے کہ دونوں بھائی بھائی اور ایک مادرِ ہند کے دو حقیقی فرزند ہیں۔ ہر قوم کو قانوناً

اپنے مذہب کی تبلیغ اپنی قومیت اور زبان کی ترقی اور تعلیم کی اشاعت کا حق حاصل ہے اس لئے مسلمانان ہند کو چاہیئے کہ وہ قانونی حدود میں رہکر جائز اور پرامن طریقے سے اپنی قومی ترقی میں کوشاں رہیں اور حسب ذیل چار مقاصد کو اپنا مطمح نظر قرار دیں جن پر مسلمانوں کی قومی فلاح و بہبود منحصر ہے

(۱) تبلیغ اسلام بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کیجائے اور مسلمانوں کی مردم شماری کا اضافہ پیش نظر رکھا جائے۔

(۲) اردو زبان اور اردو رسم الخط کی ملک میں اشاعت کی جائے تاکہ اردو بولنے والوں کے اضافہ میں سہولت ہو اور اردو ترقی پاکر اعلیٰ درجہ کی علمی زبان ہو جائے۔

(۳) اردو زبان اس قابل بنائی جائے کہ اس میں تمام علوم و فنون جدیدہ و صنعت و حرفت و زراعت کی اعلیٰ تعلیم ہو سکے اور اس کے قاعدے ایسے سلیس کر دئیے جائیں کہ غیر اقوام بھی تحصیل زبان بہ آسانی کر سکیں۔

(۴) مصارف تبلیغ اسلام اور اشاعت اردو قومی تعلیم کے لئے ایک مستقل قومی سرمایہ جمع کیا جائے۔

ان مقاصد اربعہ پر تفصیل کے ساتھ کچھ بحث کرنے سے پہلے یہ بتا دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ کیوں میں نے تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ اپنی

مادری زبان اُردو اور اُردو رسم الخط کی اشاعت کو بھی ضروری خیال کیا
اردو زبان اور اُردو حروف کی اشاعت سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں
اس کے متعلق آگے مفصل بحث کی جائے گی لیکن یہاں صرف اس قدر
بیان کر دینا کافی ہے کہ ہندوستان میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور
متعدد اقوام یہاں آباد ہیں ان میں تبلیغ اسلام شروع کرنے کے ساتھ
ساتھ جب تک اُردو زبان اور اردو حروف کی عام اشاعت بذریعہ
تعلیم نہ کی جائے اور جب تک اسلامی راہ و رسم اور اسلامی تمدن
ان میں مستحکم نہ کیا جائے اس وقت تک اشاعت اسلام میں ہمیں
خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان میں صرف اردو ہی ایسی
زبان ہے جس میں مذہب اسلام کے متعلق تراجم و تصانیف کا معتدبہ
ذخیرہ موجود ہے ہندوستان میں اردو زبان کے بہت بڑے بڑے عالم
گزرے ہیں جن کی فاضلانہ توجہات و دماغ سوزیوں کی آبیاری سے
اُردو نے خوب نشو و نما پائی مذہب اسلام کے متعلق بھی بہت سی کتابیں
اس زبان میں لکھی گئی ہیں اس لئے جس قدر اردو زبان اور اُردو
رسم الخط کی عام اشاعت ہو کر مسلمانوں اور غیر قوموں کی مادری زبان
اُردو ہوتی جائے گی اسی قدر تبلیغ اسلام میں سہولت ہو گی اس لئے
کہ اُردو خط و اردو کتب کے ذریعہ وہ محاسن اسلام سے واقف ہو سکیں گے۔

فرض کرو کہ ہندوستان کے ایسے صوبہ میں جہاں اردو زبان نہیں بولی جاتی تبلیغ اسلام کی گئی اور اس میں اس قدر کامیابی ہوئی کہ اس صوبہ کی آبادی کا چوتھائی حصہ مسلمان ہوگیا لیکن ان نومسلموں کی زبان وہی رہی جو اس صوبہ میں عام طور پر بولی جاتی ہے اور ان کا تمدن اور ان کی راہ رسم بھی مسلمانوں سے جدا رہے تو اگرچہ فی الوقت اس قدر غیر مسلموں کا اسلام قبول کر لینا بہت کچھ امید افزا ہو لیکن اس کا اثر مستقل نہیں سمجھا جائے گا اس لئے کہ قومیت زبان اور تمدنی بیگانگی کی وجہ سے ان کو مسلمانوں سے ضرور مغائرت رہے گی اور اسلامی زبان اردو کی ناواقفیت انہیں اسلام کی خوبیوں سے پوری طرح آشنا ہونے نہ دے گی اس لئے وہ صرف برائے نام مسلمان ہوں گے ایسی حالت میں اگر اس صوبہ کے غیر مذہب والے کوشش کریں تو پھر ان کا مرتد ہو جانا بعید از قیاس نہیں اس کا سبب یہ ہے کہ مذہب اور اعتقاد مذہب دل سے تعلق رکھتا ہے جب کوئی انسان کسی قوم کی زبان سیکھ لیتا اور اس کے طرز تمدن اور راہ و رسم کو اختیار کر لیتا ہے تو پھر اس طرز تمدن کو چھوڑ دینا اور اس زبان کو فراموش کر جانا بہت مشکل ہے ہندوستانی مسلمانوں کی کثیر التعداد آبادی کی زبان اُردو ہے اس لئے اردو کی ترقی مسلمانوں کے لئے ہر حیثیت سے مفید ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں کی دنیاوی اور دینی ضروریات

اس بات کی مقتضی ہیں کہ وہ بعجلت ممکنہ تبلیغ اسلام اور اشاعت اردو کی طرف
متوجہ ہوں انہوں نے اس اہم ضرورت کو نظر انداز کر کے اسلام کو بہت
کمزور کر دیا اور اس مصلحت پر غور نہیں کیا کہ جس طرح قومی زبان کے پھیلنے
سے اس کے مذہب کی اشاعت میں قابل قدر تائید ملنے کی توقع ہے
اسی طرح مذہب کی تبلیغ سے قومیت کو تقویت ہوتی ہے بدیہی امر ہے
کہ غیر مسلموں میں صرف تبلیغ اسلام کر کے برائے نام ان کو مسلمان
کر دینا کافی نہیں ہے بلکہ اس طرح اسلامی تعلیم ہونی چاہیے کہ ان کے
اعتقادات اسلام کے متعلق کبھی متزلزل ہونے نپائیں. دین اسلام کی
محبت ان کے دل میں راسخ ہو جائے اور وہ آئندہ اسلام کی خدمت
کر کے مسلمانوں کو بہت بڑا فائدہ پہنچا سکیں بعض اشخاص کا خیال ہے
کہ افریقہ میں اور دوسرے ممالک میں اسلام خود بخود ترقی پا رہا ہے
اس قسم کے خیالات مسلمانوں کو اپنی آئندہ ترقی کی جد و جہد میں حصہ
لینے سے باز رکھتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ بغیر کوشش کے سب کچھ
حاصل ہو جاتا ہے لیکن یہ خیال ارشاد الٰہی کے ساتھ بالکل منافات
رکھتا ہے اور وہ یہ ارشاد ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اگر ہم کسی قدر
غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ آج کل عیسائی مذہب دنیا میں رہنمایان
دین عیسوی کی کوششوں سے بہت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اور

اور مسلمانوں کی تعداد میں کچھ اضافہ ہوتا بھی ہے تو وہ نسبتہً دوسری اقوام کی کامیابی سے بہت کم ہے مسلمانوں کی غفلت سے ہر جگہ ان کی فوقیت کو نقصان پہنچا۔ کریمیا اور جزیرہ نمائے بلقان میں ترکوں کو جو شکستیں ہوئیں اور ان کے اقتدار کو جو صدمہ وہاں پہنچا اس کی یاد ابھی مسلمانوں کے دلوں میں تازہ ہے اندلس میں مسلمانوں کا جو حشر ہوا وہ اظہر من الشمس ہے اگرچہ ہندوستان کے مسلمان کسی قدر بیدار ہو گئے ہیں لیکن چین کے مسلمانوں میں بیداری کی کیا کیفیت ہے معلوم نہیں ہوتی۔ بظن غالب وہ بھی مسلمانان ہند کے مجاہدات للبقا کے طور وطریق سے واقف نہوں۔ اگر ایک ملک کے مسلمانوں کے حالات سے دوسرے ملک کے مسلمان مطلع ہوتے رہیں تو عمدہ نتائج مترتب ہو سکتے ہیں مسلمانان وسط ایشیا کے حالات سے ہندوستانی مسلمان بہت کم واقف ہیں۔ برّاعظم افریقہ کے اکثر ممالک میں فقدان علم کے باعث عام جہالت پھیلی ہوئی ہے مصر کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت کسی قدر قابل اطمینان ہے اور وہ ایک حد تک بیدار ہو گئے ہیں۔ لیکن مسلمانان طرابلس الغرب ٹیونس الجیریا و مراکو کی حالت روبہ تنزل ہے۔ مراکش فرانس کے اثر میں آگیا ہے ٹیونس اور الجیریا براہ راست فرانسیسی حکومت کے جزو ہو گئے ہیں طرابلس الغرب پر اٹلی قابض ہے۔ ان ممالک کے مسلمان بلحاظ تعلیم

دوسری متمدن اقوام سے بہت پیچھے ہیں اور ممکن ہے کہ ممالک مذکورہ کے عرب اپنی جہالت کی وجہ رفتہ رفتہ غیر مذاہب کے شکار ہو جائیں اگران اسلامی ممالک میں بطرز جدید دینی و دنیوی تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے اور مادری زبان میں جبری تعلیم کا انتظام مفت اور خاطر خواہ ہو جائے تو امید ہے کہ وہاں کے عرب دوسرے مذاہب کی دستبرد سے محفوظ ہو جائیں گے اشاعت علم کی وجہ سے ان ممالک میں عام بیداری پیدا ہو کر الجیریا ٹیونس مراکو اور طرابلس الغرب کے مسلمانوں میں باہمی اتحاد اور ہمدردی کی داغ بیل پڑ جائے گی اس لئے ممالک مذکورہ میں اسلامی ہمسایگی کا تعلق ہے وہاں کے باشندوں کی زبان عربی ہے اور مذہب بھی ایک ہی ہے اسی طرح اگر افریقہ کی غیر مسلم جاہل قوموں میں ایک خاص طرز پر تبلیغ اسلام کا مستقل انتظام کیا جائے تو ہمیں وہاں یورپ سے بڑھکر کامیابی کی امید ہے خصوصاً افریقہ کے اسلامی ممالک کے باشندوں کو اس کام کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے کہ یہ مسئلہ ان کے لئے سیاسی اور مذہبی دونوں حیثیتوں سے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے ذرا خیال تو کرو کہ عیسائی قومیں کس طرح وہاں نہایت ہی خاموشی کے ساتھ تبلیغ دین عیسوی میں مشغول ہیں اور ہمارا یہ حال ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ہم مانتے ہیں کہ ترکت

بیدار ہو گئے ہیں افغانستان میں بھی بیداری کے آثار نظر آرہے ہیں
اور یہ قومیں اپنے ممالک کی ترقی اور علوم و فنون کی اشاعت میں مشغول
ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہمارے ہم مذہب اہل ایران ابھی خواب
غفلت میں پڑے ہوئے ہیں مسلمانان ہند اور مسلمانان ایران میں
نہ فقط مذہبی بلکہ اختلاط زبان کے لحاظ سے بھی بہت ہی قریبی تعلق
ہے اس لئے کہ اردو میں عربی الفاظ کے علاوہ فارسی الفاظ بھی
بہت سے داخل ہو گئے ہیں اردو انشاء پردازی میں فارسی اشعار
بکثرت مستعمل ہوتے ہیں اور دونوں زبانوں کا رسم الخط بھی آجکل
ایک ہی ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیں بہ نسبت اور زبانوں کے فارسی کی
تحصیل کر لینا بہت آسان ہے۔ افغانستان میں بھی فارسی کا رواج
ہے فارسی ہی وہاں سرکاری زبان ہے اور فارسی ہی ذریعۂ تعلیم
و تعلم ہے باوجود ان اتحاد افزا تعلقات کے شیعہ سنیوں کے مذہبی
تعصبات کی بدولت اِن اقوام میں باہمی حقیقی اتحاد و ہمدردی
نہیں ہے ہم سنیوں کو اپنے ایرانی بھائیوں کے ساتھ اسی طرح
ہمدردی ہونی چاہئے جیسے ترکوں کے ساتھ ہے اور اہل تشیع کو بھی
لازم ہے کہ اتحاد اور ہمدردی کا خیال ہمیشہ پیش نظر رکھیں ورنہ تباہی
اور بربادی کے سوا کوئی ثمرہ نہیں مل سکتا۔

اِس وقت اہلِ اسلام کی جو افسوسناک حالت ہے کبھی نہ تھی
تاہم اسلام میں ایسی خوبیاں ہیں اور اُس کے مطابق فطرت مسائل ہیں
وہ قوت جامعیت اور عالمگیر طاقت جذب موجود ہے جو اپنے دائرہ
اثر میں تمام افراد انسانی کو مجتمع کر سکتی ہے بشرطیکہ مسلمان اپنے
مذہب کی تبلیغ میں بطریق احسن کوشش کریں لیکن صورت حال برعکس
معلوم ہوتی ہے یعنے غیر مسلموں کا مذہب اسلام میں داخل ہونا تو
یکطرف خود ہزاروں مسلمانوں کی نسبت یہ خوف لگا ہوا ہے کہ اپنے
مذہب سے بے بہرہ ہونے کی وجہ ان کے قدم صراط مستقیم سے
ڈگمگا جائیں سب سے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ بعض قابل
اور تعلیم یافتہ مسلمان بھی محاسن اسلام سے پوری طرح واقف نہیں
جس کی وجہ موجبہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستان کے اکثر مدارس
اور بڑے بڑے کالجوں میں مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔
مثل مشہور ہے کہ روپیہ بغیر تجارت کے ترقی نہیں کرسکتا ایک
دولتمند اسی وقت دولتمند رہ سکتا ہے جب وہ اپنے سرمایہ کو تجارتی
اور دوسرے مفید کاروبار میں صرف کرے اسی طرح علم کے تحفظ
و ترقی کے لئے مطالعہ کتب و تعلیم و تعلم کی ضرورت ہے علیٰ ہذالقیاس
کسی مذہب کی رفتار ترقی اس کی اشاعت کے بغیر برقرار نہیں رہ سکتی

مسلمانوں کو چاہئیے کہ وہ عارضی جوش کو کام میں نہ لائیں بلکہ نہایت استقلال کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے مذہب کی اشاعت کا ایسا مستقل اور معقول انتظام کریں جس کے عمدہ نتائج حوصلہ افزا ہوں یہ تحریک گو بعض لوگوں پر شاق ہو لیکن فی الاصل اس کے مفید عام ہونے کے بدیہی شواہد موجود ہیں۔

اسلامی احسانات سے متعصبین کو انکار سہی مگر واقعات و آثار بتلا رہے ہیں کہ اسلام نے اقوام عالم کے سود و بہبود اور اصلاح میں قابل تحسین حصہ لیا ہے۔ اس لئے مسلمانان ہند کو مسئلہ اشاعت اسلام میں تعلیم قرآنی کے موافق (ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنه) دلچسپی لینی چاہئیے۔ تبلیغ اسلام سے جس قدر زیادہ ملکی اور قومی فوائد خاص ہندوستان میں پہنچ سکتے ہیں یورپ وغیرہ میں تبلیغ اسلام سے اس قدر فائدہ نہیں پہنچ سکتا جس قدر روپیہ مسلمانان ہند اپنے وطن میں تبلیغ کے لئے صرف کریں گے اس سے چوگنا صرفہ یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے کرنا پڑے گا لیکن اس پر بھی وہاں قابل اطمینان نتیجہ نکلنے کی امید نہیں مثلاً اگر ایک سال کے عرصہ میں تبلیغ اسلام کی وجہ سے یورپ میں دس بارہ اشخاص اسلام قبول کرلیں اور اسی ایک سال کی مدت میں ہندوستان میں دو سو اشخاص دائرہ اسلام میں داخل ہوجائیں تو

ہم کس بات کو زیادہ اہم خیال کریں گے مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی
کثرت سے نہ صرف ہماری قوم کو بلکہ تمام ہندوستان کو زیادہ فائدہ پہنچ سکتا
ہے اس لئے کہ اسلام ہر شخص کے لئے بہترین زینۂ ارتقا ہے جس سے
مساوات انسانی کے تخیل کی فوری نشو و نما شروع ہو جاتی ہے اور
یہی راست بازی صاف گوئی اور آزاد خیالی کی جان ہے۔ اور اسی پر
آئین حکومت کا انحصار ہے اس کا مطلب اور میرا مقصد یہ نہیں ہے
کہ یورپ میں تبلیغ اسلام نہ کی جائے بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ ہم
پہلے اپنے ملک میں تبلیغ کا کام جاری کریں اور اسلام سے پہلے اپنے
گھر کی تاریکی کو دور کریں جب ہم اس میں کامیاب ہو جائے تو پھر یورپ
اور غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے مبلغین روانہ کریں اور یورپ میں
اسلام کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اس کے رفع کرنے کی
کوشش کریں ہم کو اپنے بزرگان دین اور اسلاف خوش آئین کی تقلید
کرنی چاہئے انہوں نے اپنا سر ہتھیلی پر رکھکر تبلیغ اسلام کے لئے کمر
ہمت باندھی صحرا نوردی کی بھوکے رہے پیاسے رہے۔ غرض
دنیا بھر کی ساری مصیبتیں اٹھائیں اور کشود کار کی صورت نکالی حتی الامکان
تبلیغ دین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا انہی کی مساعی اور جانفشانیاں
بار آور ہوئیں اونہیں کے جوش مذہبی نے سیل رواں کی طرح قدم آگے

بڑھایا اور انہی کی سرفروشی نے میدان ترقی میں عدیم المثال کامیابی
حاصل کی۔ اونہیں روشن خیال فدائیان اسلام کی کوششوں کا نتیجہ تھا
کہ ایران افغانستان اور ہندوستان وغیرہ نور اسلام سے منور نظر آتے
ہیں گذشتہ زمانے میں نہایت سرعت کے ساتھ اسلام پھیلا اور نہایت
خوشی کے ساتھ لوگوں نے اس کو قبول کیا مگر آج تبلیغ اسلام میں جو
رکاوٹیں پیدا ہوگئی ہیں اس کی پہلی وجہ تو خود مسلمانوں کی بے اعتنائی
ہے جو وہ اپنے مذہب سے کررہے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں
میں پہلے ایسی مخاصمانہ فرقہ بندی نہیں تھی جو اب ہے مذہبی اختلافات
ضرور تھے مگر نہ ایسی مخالفتیں جیسی اب ہیں سچ یہ ہے کہ اسلاف "المومن
مرآۃ المومن" کے مصداق تھے یعنے ہر شخص دوسرے کے ذریعہ
اپنے نقائص پر غور کرکے اصلاح کی طرف مائل ہوجاتا تھا سب کی
زندگی کا یہی مقصد تھا کہ تبلیغ اسلام کے ذریعہ مذہب و قومیت کو ترقی
دی جائے ظاہر ہے کہ جس کام کو انجام دینے کے لئے لاکھوں دل یکجہت
ہوجائیں اس کام کا کامیابی کے ساتھ سر انجام پانا یقینی ہے ہم مسلمانوں کی
بدقسمتی ہے کہ آج ہم میں کئی متضاد فرقے پیدا ہوگئے جن کی وجہ سے
نہ صرف ہماری مذہبی ترقی رک گئی بلکہ ہماری قومی ترقی کے لئے بھی یہی
سدراہ ہیں باہمی جھگڑوں کی وجہ سے مسلمان تبلیغ اسلام کے اس اہم

مقصد کی طرف جس پر اسلام کے ترقی کا مدار ہے اپنی توجہ مبذول نہ کرسکے اب وقت آگیا ہے کہ اختلاف مذہب کی بیخ کنی اگر ممکن نہ ہو تو کم سے کم باہمی مخاصمتوں پر خاک ڈال کر متحد اور متفق ہو جائیں

جو ہے مدنظر اعزاز قومی تو رہو مل کر جدا سارے سے چمن سے آشیانہ ہو نہیں سکتا

میرا خیال یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے لئے ایک مستقل تبلیغی مرکز قایم کرنے سے پہلے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ایک مذہبی کانفرنس منعقد کریں اس میں تمام اسلامی فرقوں کے علماء مدعو کئے جائیں جو اپنے اپنے فرقوں کے نمایندوں کی حیثیت سے اس کانفرنس میں شریک ہوں اور علما کے اتفاق سے کانفرنس میں تمام فرقے یہ معاہدہ کرلیں کہ باہمی اتحاد پر اختلاف مذہب کے ہاتھوں کوئی آنچ نہ آنے دیں گے تاکہ اسلام کا بکھرا ہوا شیرازہ اور اس کے پریشان اجزاء مجتمع ہو جائیں اگر تمام فرقے باہمی بحث مباحثہ میں وقت ضایع کرنے کے بدلے تبلیغ اسلام کے لئے اپنا وقت صرف کریں گے اور اسلام کا ایک فرقہ دوسرے فرقے کو اپنے مذہب میں شریک کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے عوض اپنی ساری ہمت اور توجہ غیر مسلم اقوام کو روح پرور اور نظر افروز سواد توحید کی سیر کرانے مبذول کرے گا تو اس معاہدہ سے اور اس طرز عمل سے مسلمانوں کو بہت بڑا فائدہ پہنچے گا تمام فرقے اصولاً تو متحد ہیں مگر فروعات میں کچھ اختلاف سا

پیدا ہو گیا ہے لیکن یہ اختلاف اختلاف نہیں ہو سکتا۔ معتقدان توحید و رسالت ہونے کی وجہ سے سب کے سب اہل قبلہ اور بالیقین مسلمان ہیں اگر ایک فرقے کا مسلمان دوسرے فرقہ میں شریک ہو جائے تو اس سے جمعیت اسلامی کو ذرہ برابر بھی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ غیر مسلموں کے مذہب اسلام قبول کرنے سے اسلام ترقی پا سکتا ہے۔ غرض اسلامی فرقوں میں اس قسم کا معاہدہ ہو جانے سے باہمی نزاع ہمیشہ کے لئے رفع ہو سکتی ہے اگر مسلمانوں کے مختلف فرقے صرف اپنے مذہب کی دعوت اور اپنے خیالات کی اشاعت ایک دوسرے کے لئے کرنے لگیں تو فائدہ کے بدلے قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اس سے نہ فقط تبلیغ اسلام میں رکاوٹ پیدا ہو جائیگی بلکہ عیسائیوں وغیرہ کی طرح ہم بھی غیروں کی نظر میں متحد الاصول نہ سمجھے جائیں گے اور ہماری حالت دو نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ سے مشابہ ہو جائے گی۔ دیکھو وہ اقوام جن کے اصول ایک دوسرے سے متضاد ہیں ایک دوسرے کو کافر سمجھتی ہیں ایک کی عبادت گاہ میں دوسرے کا دخل ہونا تو کجا اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گناہ کبیرہ خیال کرتی ہیں آجکل اسی فکر میں ہیں کہ سب اختلافات رفع ہو جائیں کئی سال سے عیسائیوں میں یہ تحریک پیدا ہو گئی ہے ہندوستان میں بشپ واٹ لڈ کی سرپرستی میں اس تحریک کو زبردست تقویت حاصل ہوئی اس کی رفتار

یورپ میں بھی برقی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ اہل ہنود کی طرف نظر ڈالئے تو صاف معلوم ہوجائے گا کہ یہ مختلف خداؤں اور متضاد عقیدے والے بھی اپنی اصلاح کے طرف مائل ہو گئے ہیں جس شدر اور کمینے فرقے کو وہ طبقہ انسانی سے خارج اور اس کے سایہ کو پلید خیال کرتے تھے جن کے کمسن بچوں کو مدرسوں میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتے تھے جنہیں اعلیٰ ذات والوں کی پرستش گاہوں میں سر کے بل آنے کی بھی اجازت نہ تھی اب اس قدر ہیں کہ کل اختلافات نسیاً منسیاً ہوچکے ہیں برہمن دیوتا اوہی ملیچھ شدروں کو منا منا کر شیشہ میں اتار رہے ہیں اگلی حقارت اور تنفر کو لطف و مدارات سے بدل رہے ہیں یہ سب کیوں؟ محض اس لئے کہ قومیت زبردست ہو اور کثرت آبادی کی بدولت دوسری اقوام پر فوقیت حاصل کیجائے اب رہے مسلمان کیا وہ ایسے گئے گذرے ہوگئے کہ نہ مذہبی مصالح کو سمجھ سکتے ہیں نہ اونہیں قومیت عصبیت کا لحاظ ہے نہیں ایسا نہیں خود نمائی کا خدا بھلا کرے یہ سب اوسی کے کرشمے ہیں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانے کے خبط نے یہ خانہ براندازی کی۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام کے فرقے بعض جزوی مسائل مذہبی میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ رکھتے ہوں لیکن مجموعی حیثیت سے وہ سب کنفسٍ واحدۃٍ ہیں ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں سب کا پیغمبر ایک ہے

اور سب کا قرآن ایک ہے۔ اب ہم اگر قومی حیثیت سے دیکھیں تو ہندوستان کے مختلف الخیال مسلمانوں میں کچھ زیادہ تفاوت بھی نہیں ہے اکثروں کی مادری زبان اردو ہے رسم الخط میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور سب ایک ہی ملک کے باشندے ہیں پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود ان وجوہ اتحاد کے مسلمان کیوں اتحاد عمل میں قاصر ہیں ان کی تمدنی سیاسی اور اقتصادی حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی ہے مختلف فرق اسلام باہمی خانہ جنگیوں میں مبتلا ہیں افسوس اگر بدنصیبی سے چند روز یہی لیل و نہار رہیں تو قومی ضعف و اضمحلال میں کونسی کسر باقی رہ سکتی ہے مقتضائے مآل اندیشی یہ ہے کہ اب اون علل اور اسباب کا سراغ لگایا جائے جو موجب ادبار و تنزل ہو رہے ہیں جب تک مسلمان تبلیغ اسلام اور زبان اردو کی اشاعت کر کے اپنی قوم کو ترقی نہ دیں ان کا ہندوستان کی غیر مسلم اقوام کی کثرت میں محفوظ رہنا بہت مشکل ہے اگرچہ ہندؤں کی تعداد ہندوستان میں دوسری تمام اقوام سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ تاہم ہندوستان کے ایک ایک گوشہ سے یہ آواز آرہی ہے کہ اب ہندؤں کے اعلیٰ فرقوں کو چاہئے کہ نیچ اور اچھوت قوموں کو اپنے سے علحدہ نہ سمجھیں اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ سنگھٹن کی تحریک کا اثر ملک میں پھیل گیا ہے اور غیر اقوام کو مرتد بنا کر ہندو قوم میں جذب کرنے کی کوشش شروع ہو گئی

اگرچہ ہر قوم کو اشاعت مذہب کا حق حاصل ہے مگر جس طرز پر شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں ظاہر ہو رہی ہیں وہ سخت افسوسناک ہیں خصوصاً حالت موجودہ کے لحاظ سے ان تحریکوں کا اظہار ایک سخت سیاسی غلطی ہے یقیناً مسلمانوں کو رنج ہو رہا ہے جس کا اظہار ابھی شروع ہو گیا ہے اور حال اندیش ہندو لیڈر بھی تحریکات مذکور کو ناپسند کر رہے ہیں ہندؤں کا فرقہ آریہ سماج شدھی تحریک کے لئے روح رواں ہے چاروں طرف سے اس کو اخلاقی اور مالی مدد مل رہی ہے یہ فرقہ ہندؤں میں جدید قایم ہوا ہے اس کے قیام کا نہ صرف یہی مقصد ہے کہ ہندو تبدیل مذہب سے روکے جائیں بلکہ زمانہ موجودہ کی ضروریات کے مطابق ہندو مذہب کی ترمیم کر کے چھوت کی قید ایک جنبش میں تار عنکبوت کی طرح توڑ دی جائے اور دوسری اقوام ہند کو بھی اپنے مذہب میں شریک کرنے کا انتظام کیا جائے اگرچہ ہندؤں کا مذہب ہمیشہ غیر تبلیغی رہا ہے اور ہزاروں برس سے اسی طریقہ پر ان کا عمل رہا ہے کہ پیدایشی ہنود کے سوا اور کوئی شخص ہندو مذہب میں داخل نہیں ہو سکتا مسلمان جو اپنی قوم کی ترقی سے بے اعتنائی کر رہے ہیں اس کا نتیجہ ہمیں فوراً نہیں معلوم ہو سکتا بلکہ ہمارے اس تغافل کی بدولت بتدریج ہماری قوم کی تعداد پر بہت ہی برا اثر پڑے گا

جس کو ہم محسوس بھی نہیں کر سکیں گے مسلمانان ہند کی حالت ترکی
ایران افغانستان اور جزیرۃ العرب کے مسلمانوں سے بالکل جدا ہے
اُن ممالک میں ہر جگہ مسلمانوں کی کثرت ہے ہر ملک میں ایک خاص
اسلامی زبان عام طور پر بولی جاتی ہے اور ایک ہی مسلم قوم زیادہ
تعداد میں آباد ہے اس کے علاوہ اور بہت سی دوسری سہولتیں بھی
حاصل ہیں لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت اس کے
برعکس ہے ؎

برسوں سے ہو رہا ہے برہم سماں ہمارا　　دنیا سے مٹ رہا ہے نام و نشاں ہمارا

اے رہنمایان قوم اے علمائے کرام خدا کے لئے تم اپنی قوم کی ناگفتہ بہ
حالت پر نظر کرو خدمت اسلام کے لئے کمر ہمت باندھ کر کنج عزلت
سے نکلو اور تبلیغ اسلام کے ذریعہ قوم کی ٹوٹی ہوئی کشتی کو گرداب فنا
کے چکر سے بچالو مبادا ہم کو اپنے قوم کی تباہی پر کف افسوس ملنا پڑے
اور حسرت و یاس سے آنسوؤں کے بدلے خون کا دریا بہنے لگے ؎

کشتی شکستگانیم ای باد شرطہ برخیز　　باشد کہ باز بینیم آں یار آشنا را

ہم کو سبھی دنیا کی تبلیغی مساعی کا صحیح اندازہ لگانا چاہئے اور عیسائی
مبلغین جس طریقے سے اپنے مذہب کی تبلیغ میں کامیابی حاصل
کر رہے ہیں اس پر ہمیں غور و فکر کرنی اور غیر اقوام کی اچھی باتوں کو

سیکھ کر اس سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے یہ کوئی شرم کی بات نہیں ہمارے اسلاف نے عمدہ باتوں کی قدر کی ہے ؎

وہ حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھے جہاں پایا اپنا اُسے مال سمجھے

اب میں یہاں بطور ایجاز و اختصار اُن تدابیر کا ذکر کرتا ہوں جن کی وجہ سے دنیا میں عیسائی مذہب سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔

(۱) عیسائی اقوام اکثر صاحب ثروت ہیں ان میں حب الوطنی اور جوش ملی اس قدر ہے کہ اپنی قومیت اور اپنے مذہب کی ترقی کو انہوں نے زندگی کا ماحصل قرار دیا ہے یورپ میں بڑے بڑے تجار اور لارڈ اور دوسرے صاحبان ثروت اپنی جائدادوں کا ایک حصہ خاص اس کام کے لئے وقف کر دیتے ہیں یا وصیت کر جاتے ہیں کہ اس قدر رقم فلاں قومی اور مذہبی کام میں دی جائے بالغ نظر عیسائیوں کی یہ حب الوطنی جوش قومی قابل تعریف ہے اور دوسری اقوام کے لئے سبق آموز۔ انہوں نے ایشیا اور افریقہ کے ہر ملک میں تبلیغ عیسائیت کے لئے ایک مرکزی نظام مستقل طور پر قایم کیا ہے ان کے ہر ایک کام میں ایک خاص نظام اور ترتیب خصوصی پائی جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے تمام کام مرکزی نظم و نسق کے پابند ہو کر انجام دیتے ہیں اور یہی ان کے کامیابی کا راز ہے اگرچہ عیسائیوں میں بھی متعدد اور متخالف فرقے ہیں۔

لیکن وہ غیر ممالک میں جاکر مسلمانان سلف کی طرح باہمی مذہبی جھگڑوں کو بھول جاتے ہیں اور فوراً تبلیغی کام شروع کر دیتے ہیں حتی الامکان ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں وہ کسی ملک میں جانے سے پہلے وہاں کے مذہب تاریخ جغرافیہ زبان اور معاشرت وغیرہ سے واقف ہو جاتے ہیں اور اُن کمزوریوں کا پتہ لگاتے ہیں جو اہل ملک کے مذہب میں ہیں تاکہ اس سے معتد بہ فائدہ حاصل کر سکیں۔

(۲) وہ تبلیغ کے لئے شہروں کو زیادہ پسند نہیں کرتے بلکہ دیہات قریوں اور دور دراز مقامات کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ دیہات کے ناتعلیم یافتہ باشندوں پر بہ نسبت اہل شہر کے کسی مذہب کی تبلیغ کا اثر زیادہ پڑ سکتا ہے۔ وہ ہر ایک ملک اور اس کے ہر ضلع میں مردانہ زنانہ تعلیمی اور صنعتی درسگاہیں اور ان کے ساتھ بورڈنگ ہوز قایم کرتے ہیں اور اس میں یتیم مفلس بے یار و مددگار بچوں کی پرورش کرتے اور انہیں دین عیسوی کی تعلیم دیتے ہیں۔

(۳) وہ ہر ملک کے افلاس سے فائدہ اٹھاتے ہیں قحط زدہ مقامات میں جاکر امدادی کام شروع کر دیتے ہیں اس وقت اس ملک کے غریب مفلس اور قحط زدہ لوگ ان کی ثروت اور معقول انتظام کو دیکھکر

اپنی اولاد کو پرورش کے لئے ان کے حوالے کر دیتے ہیں اور یہ بچے مشنری اسکول میں داخل کر لئے جاتے ہیں خصوصاً ہندوستان کی اچھوت ذاتوں میں مذہب عیسوی بہت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اس لئے کہ مشنری اسکولوں میں جو لڑکے اور لڑکیاں داخل ہوتی ہیں ان میں تقریباً ۹۰ فیصدی کا تعلق پنچ اور اچھوت ذاتوں سے ہے۔

(۴) عیسوی مبلغین اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ سرائیں ہوٹلیں اور شفاخانے غیر ملکوں میں قایم کرتے ہیں اور عیسائیت کی طرف سے لوگوں میں ہمدردی پیدا ہونے کے اسباب اس طرح کی باتوں سے مہیا کرتے ہیں۔

(۵) وہ دین عیسوی کے متعلق رسالے اور اخبارات جاری کرتے ہیں اور انجیل کے مختلف حصے متعدد زبانوں میں شائع کر کے اُن کو مفت تقسیم کرتے ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو عیسائی مذہب وعظ و نصیحت سے نہیں پھیل رہا ہے بلکہ پادری اپنی ثروت کی وجہ سے غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور غریب اور مفلس اشخاص اس خیال سے مذہب عیسوی اختیار کر لیتے ہیں کہ معاش کے لئے کوئی نہ کوئی صورت نکل آتی ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ پادری تعلیم یافتہ لوگوں میں اپنے مذہب کی اشاعت کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے

بلکہ مفلسوں گداگروں اور فاقہ کشوں میں بہت کامیابی کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں تین چار مہینے کی سخت مشقت کے بعد اگر چار پانچ تعلیم یافتہ اشخاص عیسائی مذہب قبول کریں تو یہ ان کا ایمان لانا پادریوں کے پاس اتنی اہمیت نہیں رکھتا جتنا ہزاروں کی تعداد میں غریبوں کا عیسائی مذہب میں داخل ہونا اہمیت رکھتا ہے پادری حضرات یونیورسٹی کے گراجویٹوں اور دوسرے اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص کے سامنے عیسائی مذہب کی تلقین کرتے ہوئے شاذ و نادر ہی دکھائی دیں گے وہ زیادہ تر دیہات کی پرانی گلیوں اور شکستہ جھونپڑیوں کے پاس وعظ کرتے نظر آئیں گے۔

یورپ میں لاکھوں اشخاص عیسائی تو ہیں لیکن برائے نام عیسائی ہیں وہ قطعاً اپنے مذہب کی پابندی نہیں کرتے فرانسیسی محقق میاکس اوریل رقمطراز ہے کہ انگلینڈ میں خدا کے نام کا لینے والا فیصدی ایک ملنا دشوار ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ رہنمایان مذہب عیسوی اُن لوگوں کی اصلاح خیالات کی طرف توجہ نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہاں ان کی کوشش زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتے پادریوں کے نزدیک یہی غنیمت ہے کہ یہ عیسائی نما اشخاص ہزاروں روپے مذہب عیسوی کی تبلیغ کے لئے چندہ تو دیتے ہیں

اس لئے یہ مذہبی رہنما غیر ملکوں میں تبلیغ کی زیادہ گنجائش اور سہولت پاتے ہیں جس کا اثر غیر اقوام کے تمدن قومیت اور زبان پر بھی پڑتا ہے اور ان کی تبلیغ میں یہ ایک بڑی خصوصیت ہے۔

ہندوستان میں جو مشنری اسکول ہیں ان کے حالات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ عیسائی مذہب قبول کرتے ہیں اس سے صرف ان کا مذہب ہی نہیں بدلتا بلکہ ان کی قومیت راہ رسم اور زبان غرض ہر چیز میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے لڑکے اور لڑکیاں جب عیسائی مذہب میں داخل ہو جاتی ہیں تو فوراً مشنری اسکولوں میں داخل کر کے غیر زبان یعنے انگریزی کی تعلیم دی جاتی ہے انہیں کے دارالاقاموں میں ان کی سکونت کے لئے انتظام کیا جاتا ہے اور ہمیشہ ان کو غیر زبان ہی میں گفتگو کرنی پڑتی ہے اس کا ایسا اثر ان کمسن لڑکے اور لڑکیوں ہوتا ہے کہ چند سال میں یہ بچے اپنی مادری زبان کے بدلے انگریزی کو اپنی اصلی زبان سمجھتے ہیں اسی میں وہ روزمرہ گفتگو کرتے ہیں اسی میں انہیں نوشت و خواند کی مہارت تامہ ہو جاتی ہے اور اسی زبان میں وہ اپنے مذہبی فرائض انجام دینے لگتے ہیں غرض تبدیل زبان کے ساتھ ساتھ ان کا تمدن ان کا طرز معاشرت اور ان کی قومی راہ و رسم رخصت ہو جاتی ہے وہ ہر بات میں یورپ کی اس قدر تقلید

کرتے ہیں کہ لباس بھی قومی نہیں رہتا اپنے قومی لباس کے بدلے
یوروپین لباس اون کے لئے دوا گا مایۂ ناز و افتخار ہو جاتا ہے اس
تغیر کی وجہ سے جس ملک میں وہ آباد ہیں وہاں ایک علحدہ قومیت کی
بنیاد پڑ لی ہے اور بعض بعض مقامات پر ان کی خاص نئی آبادیاں بھی
قایم ہو جاتی ہیں۔ جو مفلس اور یتیم بچے عیسائی مذہب میں داخل ہو کر
مشنری اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد مجرد
نہیں چھوڑ دئے جاتے بلکہ اکثر ایسے یتیم لڑکوں کی شادی مشن کی
عیسائی یتیم لڑکیوں سے کر دی جاتی ہے اور مالی مدد بھی دیجاتی ہے
کہ اس میں بہت بڑی مصلحت مضمر ہے۔ رہنمایان مذہب عیسوی
خوب جانتے ہیں کہ اگر اس قسم کے یتیم اور مفلس عیسائی لڑکے اور
لڑکیاں ناکتخدا چھوڑ دی جائیں تو وہ غیر عیسائی ہندوستانیوں کے
پلے پڑ جائیں گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ محنت کا کوئی ثمر عیسائیوں کو
حاصل نہ ہوگا اور غیر اقوام سے باہمی امتزاج کی وجہ اپنی علحدہ
قومیت اور زبان قایم نہ رکھ سکیں گے اس لئے کہ عیسائیوں کی
تعداد یہاں نسبتاً کم ہے برعکس اس کے اگر ان کی باہمی شادیاں
کر دی جائیں تو ان نو مذہب عیسائی نوجوانوں کے باہمی اتصال
و امتزاج سے جو اولاد ہوگی ان کی زبان مادری بھی غیر ہندوستانی

رہے گی مذہب کے ساتھ قومیت و تمدن کے تغیر کا اصلی مقصد بھی فوت ہونے نہ پائے گا اور چند روز کے بعد تغیر ہونے ہوتے اینگلو انڈین کہلانے کے مستحق ہو جائیں گے۔ اگر ہندوستان کے عیسائیوں کی حالت پر غور کی جائے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کا تمدن راہ و رسم زبان اور طرز معاشرت ہندوستان کی دوسری اقوام سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی صرف ایک ملک کے باشندے ہونے کی وجہ سے وہ سب ہندوستانی تصور کئے جاتے ہیں اس لئے ہم وطن ہونے کے لحاظ سے ہم مسلمانوں کو عیسائیوں کے ساتھ بھی اسی طرح اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہیئے جس طرح ہندوؤں کے ساتھ رہنا لازم ہے۔ تبلیغ دین عیسوی کے متعلق پادریوں کی کوششوں سے جو نتائج پیدا ہو رہے ہیں وہ بہت حیرت انگیز ہیں اکثر یہ منظر ہماری نظر کے سامنے آجاتا ہے کہ دیسی عیسائی لڑکے اور لڑکیاں قطاریں باندھ کر مشنری اساتذہ کی سرپرستی میں گرجاؤں کے قریب سڑکوں پر بغرض تفریح نکلتے ہیں یہ سب بچے کہاں سے آئے یہ انہی مذکورہ طریقوں کا اثر ہے جن کی بدولت یہ بچے دستیاب ہوئے اور ان کو عیسائی مذہب میں شریک کر کے غیر زبان میں تعلیم دی گئی۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ میں یہاں عیسائی مذہب کے خلاف میں متعصبانہ اظہار خیال کر رہا ہوں اس تحریر سے میرا مقصد یہ ہے کہ اپنی قوم کے سامنے

غیر اقوام کی اُن کوششوں کو نظیراً پیش کروں جو اپنے مذہب اور قومیت کے ترقی کے لئے وہ کر رہی ہیں۔

تبلیغ اسلام کا کام مستقل طور پر ایک مرکزی وابستگی کے ساتھ جاری کرنے کے لئے ایک ایسی مرکزی جماعت کی ضرورت ہے جس میں علمائے ملک کے سوا قوم کے اور قابل اور ذی اثر افراد بھی بذریعہ انتخاب شریک کئے جائیں اس مرکزی جماعت کی نگرانی میں جابجا ملک میں تبلیغی انجمنیں قایم کیجائیں اور ہندوستان کے جن جن مقامات میں جو جو تبلیغی جماعتیں پہلے سے قایم ہیں وہ بھی ان کے ساتھ ملحق کر لی جائیں تاکہ متحدہ طور پر تبلیغی کام کا آغاز ہو سکے اس کا انتظام اسی طرح باضابطہ ہونا چاہیئے جیسا مشنری اسکولوں اور دار الاقامتوں کا ہوتا ہے ایسی انجمنیں بالکل مذہبی حیثیت رکھتی ہوں اور ملک کے سیاسی معاملا سے اونہیں کوئی تعلق نہو ہر صوبہ کی انجمن کو چاہیئے کہ اپنے صوبہ میں عملی طور پر تبلیغ شروع کرے مبلغین کو مختلف دیہات میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ کرے۔ مردانہ زنانہ مدارس اور دار الاقامے قایم کر کے تمام غیر مسلم طلبہ کو دین اسلام کی تعلیم دی جائے۔ دار الاقامتوں میں خاص طور پر غیر مذہب کے غریب اور یتیم بچے داخل کئے جائیں اور وہ بچے بھی محروم نہوں جن کے والدین مفلس اور قحط سے مجبور ہو کر

بغرض تعلیم و تربیت مسلمانوں کی نگرانی میں دینا چاہیں ان دار الاقامتوں میں تمام مفلس اور یتیم طلبہ کی تعلیم اور قیام و طعام کا انتظام مفت ہونا چاہیے اور اردو میں ایسے طریقہ سے ان کی مذہبی تعلیم ہونی چاہیئے نہ صرف دین اسلام کی خوبیاں ذہن نشین ہو کر وہ پکے مسلمان ہو جائیں۔ بلکہ اردو روزمرہ ہو کر ان کی مادری زبان بن جائے اس کے ساتھ ساتھ ان طلبہ کو بعض مفید صنعتیں بھی سکھلانی چاہئیں تاکہ وہ فارغ التحصیل ہو کر روزی پیدا کر سکیں اس قسم کے مذہبی مدارس اور دار الاقامتوں کے قیام سے نہایت کامیابی کے ساتھ تبلیغ اسلام کا ایک مستقل انتظام ہو سکتا ہے اگرچہ اب بھی ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے لئے چند انجمنیں قایم ہیں۔ لیکن ان سے تبلیغی ضروریات اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتیں جب تک ایسی انجمنیں اور مرکزی تبلیغی جماعتیں رشتہ اتحاد میں جڑ کر متحد نہ ہو جائیں۔

نیچ اور اچھوت ذاتوں میں اشاعت اسلام کی سخت ضرورت ہے حتی الامکان ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ مبلغین ان کی مادری زبانوں میں مواعظ حسنہ کے ذریعہ محاسن اسلام ان پر ظاہر کریں اور انہیں اپنے بچوں کو اسلامی مدارس میں بغرض تعلیم داخل کرنے کی ترغیب دیں۔ اچھوت ذاتوں کے نوجوان افراد اور بچے جو مسلمان ہو جائیں وہ اُن

مدارس میں دین اسلام کی تعلیم سے بخوبی آراستہ کئے جائیں اور جب وہ فارغ التحصیل ہو جائیں تو انہی میں سے بعض ہوشیار طلبہ سے تبلیغ کا کام لیا جائے جن جن مقامات میں پنچ قومیں چوہڑے چمار وغیرہ آباد ہیں وہاں یہ لوگ بغرض تبلیغ روانہ کئے جائیں کہ ان سے تبلیغ اسلام میں بہت بڑی مدد مل سکتی ہے جب کوئی شخص خواہ چوہڑا چمار ہی کیوں نہ ہو ایمان لا کر اہل اسلام میں شریک ہو جائے تو بفحوائے المومنون اخوۃ مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ حیثیت سے رہ سکتا ہے اس زرین اصول اور اسلامی مساوات کا اچھوت ذاتوں پر عمدہ اثر ہوگا اور ان کے مشرف بہ اسلام ہونے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے گی ہندوستان کی جو قومیں مذہب عیسوی قبول کرتی ہیں وہ کبھی اعلیٰ طبقہ کے عیسائیوں اور یوروپینوں کے ساتھ اخوت اور مساوات کی حیثیت سے نہیں رہ سکتی ہیں ان کے لئے اور یوروپین عیسائیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ خاص خاص چرچ بنے ہوئے ہیں کہ یہ ان کے چرچ میں نہیں جاتے وہ ان کے چرچ میں نہیں آتے ان کے قبرستان بھی علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں دینوی طرز معاشرت میں بھی یہی حالت ہے رنگ اور قومیت کے فرق نے دیسی عیسائیوں اور یوروپین عیسائیوں کے درمیان ایک بہت بڑا خلیج حائل کر دیا ہے۔ یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں

اور بلا امتیاز فوقیت کل مسلمانوں کے حقوق یکساں ہیں مسلمانوں کو صرف بڑے بڑے
شہروں میں ہی تبلیغ کا کام جاری کرنا چاہئیے بلکہ لازم ہے کہ اپنی کوششوں
کے دائرہ کو ملک کے دور دراز مقامات اور اضلاع و دیہات تک
وسیع کریں جہاں ہم بہت آسانی اور کم صرفہ کے ساتھ تبلیغ اسلام کا کام
جاری رکھ سکتے ہیں اور ان مقامات کی غیر مسلم قوم کے بہت سے
غریب اور یتیم بچوں کو پرورش اور تعلیم مذہبی کی غرض سے مدارس
دارالاقامتوں میں داخل کر سکتے ہیں۔

فی زمانا اخبارات اور رسالے بھی کسی مذہب کی اشاعت کے لئے
بہت بڑا کام دے سکتے ہیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ مذہب اسلام
کے متعلق عمدہ رسالے اور کتابیں ملک کی مختلف زبانوں میں طبع
کرکے مفت تقسیم کی جائیں تاکہ غیر اقوام دین اسلام کی خوبیوں سے
واقف ہو سکیں اس مقصد اعلیٰ کے لئے متمولین اور امرائے قوم دل
کھول کر چندہ دیں اور مد خیرات شاہی کا ایک حصہ ادھر منتقل کیا جائے
مخیر فیاضان قوم نے اوقاف کے ذریعہ اپنی اپنی یادگاریں چھوڑی ہیں
لیکن آج کل ان کا مصرف اکثر صورتوں میں بیجا اور قابل اعتراض
ہو رہا ہے اس لئے مجالس وضع قوانین کے ذریعہ ان اوقاف کا اطمینان
بخش انتظام ہو جانے کے بعد اس سے تبلیغ کے کام میں مدد لی جائے

اُمید ہے کہ کوشش خالی نہ جائے گی اور نہایت خوشگوار نتائج مترتب ہوں گے۔

مسلمانوں کو خود اپنی قوم کی مردم شماری کا تحفظ اور ازدیاد بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے ہم کو اُن خرابیوں کے رفع و استیصال کے لئے کوشش کرنی لازم ہے جو کسی قوم کی مردم شماری کے انحطاط کا باعث ہوا کرتی ہیں جب کسی قوم میں عیاشی شراب خواری زیادہ ہو جاتی ہے اور قوم کی مالی حالت رفتہ رفتہ روبہ تنزل اور منجر بہ افلاس ہو جاتی ہے تو ضرور اس کا اثر قوم کی تعداد پر پڑتا ہے قومی مفلسی کے ہاتھوں اس کے اکثر غریب اور جاہل افراد ذرا سی تحریص و ترغیب پر غیر مذہب قبول کر لیتے ہیں تاکہ اپنی شکم پروری کر سکیں نوجوانان قوم کو بہ سہولت شادی بیاہ کا موقع نہیں ملتا اس لئے کہ بوجہ تنگدستی مصارف کی برداشت نہیں کر سکتے ان کی زندگی یونہی برباد جاتی ہے نتیجہ آخر یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کی تعداد گھٹنے لگتی ہے اس لئے

مسلمانوں کو ایسی مناسب اور جائز تدابیر اختیار کرنی چاہئیں جن کی وجہ سے قوم کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ناکتخدا نہ رہنے پائیں مثلاً یہ ہے کہ اونہیں شادی کے لئے ترغیب دی جائے۔ جہانتک ممکن ہو مفلسوں کی اور غریبوں کی مالی مدد کی جائے اور جو فضول رسمیں مسلمانوں میں رائج ہو گئی ہیں ان کا انسداد کیا جائے۔

یوروپین اقوام اپنی مردم شماری بڑہانے کے لئے خاص خاص تدابیر عمل میں لا رہی ہیں بعض ممالک میں ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ ملک کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ناکتخدا ہی نہ رہ سکیں فرانس میں شادی بیاہ کی ترغیب و تشویق کے لئے جن کی شادیاں ہو گئی ہیں اُن پر زیادہ ٹکس نہیں لگایا جاتا بعض جگہ ان کے لئے کچھ انعام بھی مقرر ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تہا تو اس کے لئے وظیفہ مقرر ہوتا تھا اب بعض یوروپین سلطنتیں بھی اسی اصول کی تقلید کرنے لگی ہیں۔ حکومت فرانس نے یہ محسوس کیا ہے کہ اہل فرانس کی تعداد میں جو خفیف سی ترقی ہوتی ہے وہ دوسری اقوام کی ترقی کے آگے نہایت کم ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ کچھ نہیں ہے اور قوم کی تعداد کا کم ہو جانا سلطنت کی اغراض کو سخت نقصان پہنچاتا ہے اس لئے فرانسیسی حکومت اپنی قوم کی مردم شماری کے اضافہ پر خاص توجہ کر رہی ہے

اس لئے کہ جرمنی میں جرمنوں کا جو اضافہ ہو رہا ہے اس کی وجہ سے فرانسیسی قوم کے لئے ایک سیاسی خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ترک بھی اپنے ملک کی مردم شماری کی ترقی کے لئے کوشش کر رہے ہیں حال ہی میں سلطنت انقرہ نے نوجوان مردوں اور عورتوں کی شادی کے متعلق ایک قانون جاری کیا ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

خدا نے ہم مسلمانوں کی ترقی مردم شماری کے لئے تعداد ازدواج کا ایک ایسا مذہبی قانون نافذ فرمایا ہے جس کی وجہ سے ہماری آبادی میں بہت ترقی ہوئی اور ہو رہی ہے سیاسی حیثیت سے تعداد ازدواج کا مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے ترک صدیوں سے یورپ میں حکمرانی کر رہے ہیں ان کو ہمیشہ غیر اقوام سے مصروف جنگ رہنا پڑتا ہے ترکی تواریخ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صدی ایسی نہیں گئی جس میں اس قوم کو دوسری اقوام سے جنگ کرنی نہیں پڑی لیکن ترکی قوم کی تعداد پر جو اثر اس جنگ و جدال کے ہاتھوں پڑ رہا تھا اس کی تلافی تعداد ازدواج کی وجہ سے وقتاً فوقتاً ہوتی گئی۔ رپوٹر ایجنسی کے تاروں سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت انقرہ نے تعداد ازدواج کو بذریعہ قانون اب ممنوع قرار دیا ہے اگر یہ خبر صحیح ہے تو ترکی حکومت کے اس جدید قانون سے ممکن ہے کہ آئندہ ترکی قوم کی تعداد پر برا اثر پڑے کیونکہ ترکوں کی تعداد بہ نسبت دوسرے اقوام کے کم ہے

اور ملک کی حفاظت کیلئے ترکی قوم کی مردم شماری کی از دیاد کی بہت ضرورت ہے
مسلمانوں کو چاہیئے کہ مذہب اسلام کے اصول اور احکام شریعت کو ہمیشہ مدنظر رکھیں
جو فطرت انسانی کے بالکل موافق ہے۔ ممالک متعددہ کے اعداد و شمار بتلا رہے ہیں
کہ اکثر مقامات پر تعداد اناث ذکور سے بڑھی ہوئی ہے۔ یوروپین محاربہ عظیم کی وجہ سے یورپ میں
مردوں کی بہت کمی ہو گئی ہے انگلستان فرانس جرمنی وغیرہ میں ہم ایسی لاکھوں جوان عورتیں
پائینگے جو نا کتخدا یا بیوہ اور بے سہارا ہو گئی ہیں عیسائیوں کے خیال میں تعداد ازدواج
جائز نہیں ہے اسلئے موجودہ حالت میں ان ممالک کی اخلاقی حالت پر برا اثر پڑ رہا ہے
اور بڑے بڑے رہنمایان ملک یہ حالت دیکھکر مشوش ہو رہے ہیں۔

مسموم ہواؤں ناپاک بخاروں اور مہلک وباؤں کے پھیلنے سے بھی ملک کی
مردم شماری میں کمی واقع ہو جاتی ہے اسلئے ان کے اندفاع کیلئے کوشش کیجائے
اور صحت عامہ قایم رکھنے کے لئے اسباب اور ذرایع پیدا کئے جائیں ہر فرد قوم کو
حفظ صحت کا خیال رکھنا چاہیئے جہاں آبادی زیادہ ہوتی ہے وہاں صفائی کا
معقول انتظام رکھا جائے اور تباہ کن وباؤں کی روک تھام کیلئے موثر تدابیر عمل میں
لائی جائیں اب ہندوستان میں امور مذکورہ کیلئے کسی قدر انتظام ہو رہا ہے لیکن
یورپ میں تو ان امور پر خاص توجہ کی گئی ہے اور کیجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں
کسی قسم کی وبا پھیلنے نہیں پاتی اگر کہیں اتفاقاً کوئی وبا پیدا ہو جاتی ہے تو حسن انتظام
کے سبب بہت جلد اسکا استیصال ہو جاتا ہے یہ اسباب ہیں جو یوروپین اقوام کی آبادی میں

ازدیاد کا باعث ہو رہے ہیں اور انکی کھپت کیلئے بڑی بڑی نو آبادیوں کی ضرورت ہو رہی ہے
یورپ کی حکومتیں اپنے افراد قوم کی جسمانی قوت بڑھانے کیلئے بھی خاص کوششیں کر رہی
ہیں اور یہی غرض مدنظر رکھکر ہر قسم کی ورزشوں سواری فٹ بال۔ پولو۔ کرکٹ اور
دوسرے کھیلوں کو انکے ممالک میں عام رواج دیا گیا اور مدارس میں اس طرح کے ورزشی
کھیل جاری کئے گئے اسلئے کہ دماغی محنت کرنے والوں کیلئے تفریحاً ورزش
ضروری ہے فرانس میں اس غرض کیلئے ایک خاص جدید وزارت کا قیام عمل میں
آیا ہے اہل یورپ خوب سمجھ گئے ہیں کہ اگر قوم کے افراد کی جسمانی حالت
درست نہو تو ضرور قوم کی مردم شماری پر برا اثر پڑتا ہے۔

احسان ہے اسلام کا کہ اُس نے تیرہ سو برس پہلے تمام مسکرات کو
قطعاً حرام کر دیا اب تلخ تجربہ کی بدولت یورپ کی بھی آنکھیں کھل گئیں
اور وہاں بھی کوشش جاری ہے کہ شراب وغیرہ تمام مسکرات کا استعمال
جو انسان کے قوائے جسمانی کو تباہ کرنے والی ہیں ترک کیا جائے
امریکہ میں شراب کا داخلہ قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے اب وہاں
دواؤں کے سوا کسی اور شے میں شراب کا استعمال نہیں ہوتا ترکی
سلطنت نے بھی شراب کے استعمال و بیع و شرا کو اگست سنہ ۱۹۲۳ء سے
ممنوع قرار دیا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ عیسائی جن کے پاس قانوناً
اور مذہباً شراب نوشی مباح ہے وہ تو ترک مے نوشی کا عملی ثبوت دیں

اور ہم مسلمان جن کے مذہب میں شراب قطعاً ممنوع قرار دی گئی ہے اس کے ترک کی طرف متوجہ نہوں خدا کا شکر ہے کہ ریاست بھوپال نے اپنے ملک میں شراب کا استعمال ممنوع قرار دیکر ایک عمدہ مثال قایم کی ہے شراب کے استعمال سے نہ صرف انسان کی جسمانی قوت ہی تباہ ہوتی ہے بلکہ اس کی اخلاقی حالت اور دماغی قویٰ پر بھی برا اثر پڑتا ہے توالد و تناسل میں کمی واقع ہوتی ہے اور موت کے لئے بہانہ ہوجاتا ہے اس وقت ہمارے لئے یہ امر کچھ کم مسرت بخش نہیں ہے کہ دولت آصفی نے بھی بہ توجہات اعلیحضرت قدر قدرت خسرو دکن ہز اکز الٹیڈ ہائنس نواب میر عثمان علیخان بہادر انسداد مسکرات کے لئے تدریجی طریقہ اختیار کیا ہے۔ ایام متبرکہ اور رمضان شریف کے مہینے میں فروخت شراب ممنوع کردی گئی ہے خدا سے اُمید ہے کہ اس طریق عمل سے بسرعت ممکنہ کامیابی حاصل ہوجائے گی اور مسکرات کا استعمال چند روز کے بعد بالکل موقوف ہوجائے گا۔

باب چہارم

کامیابی کے ذرایع اور تدابیر

غور طلب امر یہ ہے کہ وہ کون سے ذرایع اور تدابیر ہیں جن پر عمل کرتے

اردو زبان اور اردو رسم الخط کی اشاعت ملک میں عام طور پر ہو سکتی ہے
اور ہمارے ملک کے وہ باشندے بھی جن کی زبان مادری اردو نہیں ہے
بخوشی اس کے سیکھنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں اردو زبان کی اشاعت اور
عدم اشاعت ایک ایسی شے ہے جس پر ہماری قوم کی ترقی اور تنزل کا
انحصار ہے ہمدردان قوم اور رہنمایان ملت کو باہمی تبادلہ خیالات کر کے
ایسی تدابیر سوچنی چاہئیں جن سے اردو کو ترقی حاصل ہو اور غیر اقوام میں
اردو زبان کی اشاعت ہو کر وہ ان کی مادری زبان بن جائے۔
جہاں تک مجھ کو اس مسئلہ پر غور کرنے کا اتفاق ہوا اور جو تدابیر میرے خیال
میں آئیں بطور مشتے نمونہ از خروارے ملک کی منفعت اور اہل نظر کی
واقفیت کے لئے حوالہ قلم کر دینا مناسب تصور کرتا ہوں مفاد کے لحاظ سے
اگر ہمارے ملک کے فاضل افراد اپنی مادری زبان کی اشاعت اور ترقی پر
غور کرنے کے لئے اپنے قیمتی وقت کا ذرا سا حصہ بھی صرف کریں تو اس سے
بہت ہی عمدہ نتائج نکل سکتے ہیں۔
مسلمانوں کو اول یہ غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو
اردو زبان کے متعلق ہندوؤں میں پھیلی ہوئی ہے اکثر ہندو اس زبان کو
صرف مسلمانوں کی ایک خاص زبان تصور کرتے ہیں اجنبیت کا رنگ
اس پر چڑھاتے ہیں اور اس بات پر نظر نہیں ڈالتے کہ ہندو اقوام کے شا

اس زبان کا تعلق یکساں اور مساوی ہے۔ اردو زبان کا منبع شہر دہلی ہے جو شاہان مغلیہ کا پائے تخت تھا وہاں یہ زبان دونوں قوموں کے میل جول اور دونوں قوموں کی ضروریات زندگی کی وجہ سے پیدا ہو گئی اردو بھاشا سے نکلی اس میں سنسکرت کے الفاظ غلط ملط ہو گئے عربی اور فارسی الفاظ کی آمیزش نے معانی اور بیان کے چار چاند لگا کر اس کی خوبصورتی کے چمکانے میں خط و خال کا کام دیا یوں سمجھنا چاہیے کہ اردو انشاء پردازی اور شاعری کے چمن میں عربی اور فارسی الفاظ نے سنسکرت اور بھاشا کے ساتھ ملکر فصل بہار کی شان دکھائی جس طرح ایک خوشنما چمن میں سبزے کی لہک اور پھولوں کی مہک اپنا فرحت افزا منظر دکھا کر دلوں کو اپنے طرف کھینچتی ہے اسی طرح اردو زبان نے اپنی گوناگون خوبیوں کی وجہ ایک دلاویز اثر ڈال کر اہل ہند کے اپنی طرف کھینچ لیا۔ ہندوستان کے بعض صوبجات میں تو اسی کا طوطی بول رہا ہے جو شخص اردو زبان میں تعلیم پائے بہت آسانی کے ساتھ عربی فارسی اور ترکی زبانوں کو سیکھ سکتا ہے ہندی زبان کا سیکھنا بھی اس کے لئے زیادہ دشوار نہیں ہاں ہندی اور اردو میں رسم الخط کا جو فرق ہے مسلمانوں کے لئے بہت دقت طلب ہے اگر ہندی کی رسم الخط کے بدلے اردو رسم الخط اختیار کی جائے تو رسم الخط اور زبان کے

قریب قریب ایک ہونے کی وجہ سے مسلمان اور دوسری ہندی زبان بولنے والی
اقوام فطری طور پر ایک زبردست سلسلہ اتحاد میں جڑ جائیں گی یہ رشتہ اتحاد
کبھی ٹوٹ نہیں سکتا اور اس کو ہم حقیقی اتحاد کہہ سکتے ہیں ہندی کا
رسم الخط اردو حروف میں ہو تو مسلمانوں کے لئے اس زبان کا سیکھنا
آسان ہو سکتا ہے۔ اس وقت یہ کہہ دینا مناسب ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی
اور قومی نقطہ نظر سے اردو زبان اور اس کا رسم الخط کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے
یہ کھلی بات ہے کہ ہندو مسلمان اور انگریز جس زبان کو بہ آسانی تحصیل
کر سکتے ہیں وہ اردو ہے اور یہی وجہ ہے کہ امتحان سول سروس میں
اردو داخل کی گئی اس عام ملکی زبان کا علمی ذخیرہ دن بدن بڑھ رہا ہے
اس کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کے لحاظ سے دونوں قوموں (ہندو
مسلمان) نے اخبارات اور موقت الشیوع رسالے اسی زبان میں بکثرت
شایع کئے اور شایع کر رہے ہیں اس کی مقبولیت عامہ کا اس سے زیادہ
اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہندو اور پارسی اپنے اپنے تھیٹروں میں اردو
ہی کو ذریعہ کامیابی سمجھتے ہیں پنجاب سے آسام اور ہمالہ سے راس
کماری تک اسی اردو کی بدولت کامیابی حاصل ہوتی ہے اور ان
کھیل ہر جگہ سمجھ میں آ سکتے ہیں یہی حال علمی اور قومی معرکہ آرائیوں کا
ہے ایک لکچرار ملکی سیاسی اور سوشیل مسائل پر اردو میں دھواں دھار تقریر یا

کرتا ہے اور اس کو ہر صوبہ والے سمجھ سکتے ہیں اس میں ہر طرح سے طاقت لسانی کے لئے گنجائش ہے اکثر دیکھا گیا کہ اردو کے جادو بیان اور روشن خیالوں نے سامعین کو مبہوت بنا دیا۔ یوں تو یہ مسلمانان ہند کی مادری زبان سمجھی جاتی ہے لیکن ہندو بھی کچھ کم اس سے واقف نہیں ہیں لاکھوں ہنود کی مادری زبان اردو ہے یہی نہیں بلکہ ان میں بہت سے ایسے بھی باکمال ہیں جو اردو کی اعلیٰ قابلیت کے لحاظ سے نہایت مشہور و معروف ہیں شعر و شاعری میں بھی کئی نامور ہندو گزر چکے ہیں۔ صاحب گلزار نسیم کی قادر الکلامی حسن بیان اور بلند خیالی کا مسلمانوں کو بھی اعتراف ہے ایک اسی پر کیا منحصر ہے بہت سخنور اور اہل قلم ہندو اردو زبان میں ایسے ماہر ہوئے ہیں جن کی قابلیت ڈنکے طول و عرض ہند میں بجگئے کیوں نہ ہو دہلی اور لکھنو کے تمام ہنود کی مادری زبان اردوئے معلے ہے اور وہ اردو میں ہندوستان کے بعض مسلمانوں سے بہتر تحریر و تقریر کر سکتے ہیں اس لئے قومیت کے لحاظ سے ایسے ہندوں اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں ہوسکتا اگرچہ ان کا مذہب کتنا ہی متبائن کیوں نہو اس لئے کہ وہ ایک ہی زبان رکھتے ہیں اور ایک ہی ملک کے باشندے ہیں جس طرح اپنی مادری زبان اردو اور اردو حروف کی اشاعت مسلمانوں پر فرض ہے۔ اسی طرح ایک قوم کے لحاظ سے ہندوں پر بھی

ضروری ہے اس لئے کہ ہندوں کا اور مسلمانوں کا تعلق اس زبان سے یکساں
اور دونوں کے اتحاد اور ضروریات کا یہ ثمرہ ہے پس ان ہندوں کو جن کی
مادری زبان اردو ہے فوراً مذہبی اختلافات کو نظر انداز کر کے اردو زبان اور
اردو کی حروف کی اشاعت کے لئے جد و جہد میں مسلمانوں کے ساتھ شریک
ہو جانا چاہئے صرف مذہبی اختلافات کی وجہ سے بعض متعصب اشخاص
کی باتیں سن کر اپنی مادری زبان سے ایسے ہندوں کی بے اعتنائی سخت
قابل افسوس ہے جس میں خود ان کا قومی نقصان ہے غرض ایسے ہندوں
اور مسلمانوں کے مشترکہ سرمایہ سے اردو زبان میں بڑے بڑے مدارس
قایم کئے جائیں اور دونوں قوموں کی متحدہ کوشش سے قومی تعلیم ملک میں
جاری کی جائے کہ قرین صواب اور نتیجہ مآل اندیشی یہی ہے یورپ میں
ہزاروں یہودی آباد ہیں لیکن کیا مذہبی مغائرت نے عیسائیوں کے ساتھ
متحد اور متفق ہو کر قومی ترقی کی کوششوں میں حصہ لینے سے انھیں باز رکھا
ہے ہرگز نہیں یہ لوگ اپنے وطن کی اسی طرح خدمت کرتے ہیں جس طرح
کہ عیسائی کرتے ہیں یہی سبب ہے کہ یہودی ان ممالک میں بڑے بڑے
عہدوں پر قایم ہیں۔ وزیر ہند مسٹر مانٹیگو اور وبسرائے ہند لارڈ ریڈنگ سے جلیل
جلیل القدر غیر عیسائیوں کا وجود صاف بتا رہا ہے کہ مذہبی مغائرت اندرونہ
مملکت کے اتحاد میں حارج نہیں ہو سکتی۔ جاپان میں ہزاروں جاپانیوں نے

مذہب عیسوی قبول کرلیا ہے لیکن وہ سب اپنے تئیں ایک ہی قوم تصور کرتے ہیں سیاسی اور قومی اغراض میں کبھی کوئی تفاوت ان میں نظر نہیں آتا وطن کی خدمت کو وہ سب اپنا فرض تصور کرتے ہیں اس لئے ایسے ہندو جنکی مادری زبان اردو ہے اور جو ایک ہی ملک کے باشندے ہیں اگر وہ اپنے ملک کے مسلمانوں سے اپنے کو علیحدہ خیال کرتے ہیں تو یہ ان کی سخت غلطی ہے اسی غلط فہمی نے آج تک جو بس بو یا وہ ظاہر ہے عوام میں تعلیم کی اشاعت عام ہو جائے گی تو یہ غلط فہمی بھی رفع ہو جائے گی بعض اشخاص کا یہ خیال ہے کہ ہندی اور اردو دونوں زبانیں قریب قریب ایک ہی ہیں اسلئے اگر ہندی ہندوستان کی عام زبان قرار پائے تو بہتر ہے لیکن میں جہانتک خیال کرتا ہوں ہندی اور اردو میں اس قدر بیّن فرق ہے کہ مسلمان اس کو اپنی مادری زبان کی طرح آسانی کے ساتھ تحصیل نہیں کر سکتے نہ صرف مسلمان بلکہ ایسے ہندو جن کی مادری زبان اُردو ہے اور جو اردو میں تعلیم یافتہ ہیں ان کے لئے بھی ہندی حروف اور زبان کا سیکھنا کوئی آسان بات نہیں ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہندی اور اردو میں سب سے بڑا فرق پیدا کرنے والی شے رسم الخط ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اردو زبان میں جو فارسی اور عربی الفاظ داخل ہو گئے ہیں وہ ہندی میں نہیں ہیں ان دو وجوہ سے ہندی مسلمانوں کی قومی زبان نہیں ہو سکتی

اس لئے کہ وہ ایک علیحدہ زبان ہے مسلمانوں کے لئے یہ آسان ہے کہ
گاؤکشی کو ہنود کی خاطر ترک کردیں لیکن وہ کبھی اپنی قومی زبان تبدیل
نہیں کرسکتے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسی باتوں سے جوان کی قومیت کو
خطرہ میں ڈالنے والی ہیں پرہیز کریں اور اپنی مادری زبان اردو اور
اردو رسم الخط سے کبھی بے التفاتی نکریں جوان کی مستقل قومیت کے لئے
ایک روشن نشان ہے اور قوی برہان

ترقی اردو کا کام ایسا ہے کہ انفرادی کوششوں سے زیادہ فائدہ
نہیں ہوسکتا بلکہ کل قوم کی متحدہ کوشش اس کے لئے نہایت ضروری
ہے خدا کا شکر ہے کہ آخر ہماری قوم جو برسوں سے خواب غفلت میں پڑی
ہوئی تھی چونک اٹھی اور تعلیمی حالت کی درستی کے طرف متوجہ ہوگئی
اب مسلمان خوب سمجھ گئے کہ مادری زبان میں تعلیم جاری کرنے سے
عوام میں سرعت کے ساتھ تعلیم پھیل سکتی ہے اور فوائد عظیم اس سے
حاصل ہوسکتے ہیں یہی خیال علیگڈہ میں نیشنل مسلم یونیورسٹی کے قیام کا
باعث ہوا اب علیگڈہ میں دو یونیورسٹیاں ہیں ایک تو مسلم یونیورسٹی
جو سر سید احمد خاں نے قایم کی دوسری وہ یونیورسٹی جس کی بنیاد
محمد علی صاحب نے ڈالی اوّل الذکر یونیورسٹی نیم سرکاری حیثیت رکھتی
ہے اگرچہ اس میں تمام علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم انگریزی زبان میں دیجاتی ہے

لیکن جس طرح اس یونیورسٹی نے اُردو کو ترقی دی وہ قابل تحسین و آفرین ہے اسی کے طالب العلم آج اُردو کی حمایت اور خدمت پر کمربستہ نظر آتے ہیں انہیں کے نو جوانوں سے اردو کی کایا پلٹ گئی اور وہی آج بھی طول و عرض ہند میں اردو کے علم بردار ہو کر آگے بڑھ رہے ہیں نیشنل مسلم یونیورسٹی کو جو خصوصیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اوس کی زمام تعلیم خود قوم کے ہاتھ میں ہے اور ہندوستان کے دوسرے قومی مدارس کا اس کے ساتھ الحاق ہو سکتا ہے یہ یونیورسٹی مقامی حیثیت نہیں رکھتی اس کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی مادری زبان اردو قومی رنگ میں قومی تعلیم کے لئے ذریعہ ترقی ہو جائے اور علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم اسی اُردو میں دی جائے تاکہ قوم میں تعلیم عام طور پر سرعت کے ساتھ پھیل سکے اس یونیورسٹی میں دینوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے اور اس کا انتظام بھی معقول کیا گیا ہے اگر مسلمان نیشنل مسلم یونیورسٹی میں اردو زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار دینے کے ساتھ ہی اردو زبان کی غیر اقوام میں عام اشاعت کو بھی پیش نظر رکھیں تو مناسب ہے نیشنل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کی تکمیل کے لئے جو مدارس قایم کئے گئے ہیں وہ ناکافی ہیں ان سے ہمارا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کے ہر صوبہ میں بڑے بڑے قومی مدارس کے علاوہ بہت سے چھوٹے ابتدائی مدارس کے افتتاح کی جا بجا ضرورت ہے اُن مدارس کا وقت

زیادہ تر اردو زبان کی تعلیم میں صرف کیا جائے اور اس میں اردو کی اعلیٰ تعلیم دی جائے اردو پہلی زبان رہے اور فارسی انگریزی اور عربی کی تعلیم دوسری زبان کی حیثیت سے جاری کی جائے۔ ان مدارس میں صنعتی تعلیم بھی دی جائے تاکہ طلبہ شوق سے مدارس میں داخل ہو سکیں جہاں غرض وہ اردو زبان ہی سیکھ سکتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی وہ صنعتی تعلیم سے بھی متمتع ہو سکتے ہیں اور انگریزی فارسی اور عربی زبانوں میں سے کوئی ایک زبان اور ہمت ہو تو ایک سے زیادہ بھی اپنی خواہش کے موافق سیکھ سکتے ہیں۔

ہمیں مدارس نسواں کی بھی سخت ضرورت ہے ان میں اردو کے ذریعہ تعلیم دینے کا ایسا ہی معقول انتظام کیا جائے۔ جیسا کہ مردانہ مدارس میں کیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ابتدا ہی سے ماں کی تعلیم کا اثر اولاد پر پڑتا ہے اور یہی مطلب ہے "العلم من المھد" کا ماں کی جو زبان ہو گی وہی اولاد کی بسم اللہ بھی ہو گی اس لئے کہ اس کی صحبت اور معاشرت کا اثر اس کے بچوں پر ابتدائے طفولیت سے پڑتا ہے ایک تعلیم یافتہ ماں اپنے بچوں کو جاہل رکھنا کبھی پسند نہیں کرتی بلکہ جس زبان میں اس نے زیادہ تعلیم پائی ہے فطری طور پر اپنی اولاد کو بھی اسی زبان میں تعلیم دیکر آراستہ کرتی ہے اردو زبان کی اشاعت غیر اقوام کے مردوں میں حسب قدر

ضروری ہے اتنی ہی عورتوں میں بھی اس کی اشاعت لازمی ہے مسلمانوں کے
بچے تو ایسے مدارس میں داخل ہوکر اپنی مادری زبان اردو میں کچھ نہ کچھ
تعلیم حاصل کر ہی لیتے ہیں لیکن ہمیں غیر اقوام کے لڑکے اور لڑکیوں کو بھی
اردو میں تعلیم دینے کے لئے کوشش کرنی چاہئے اس قسم کے مدارس میں
بلا امتیاز قوم و ملت تمام طلبہ (لڑکے ہوں یا لڑکیاں) داخل کئے جائیں
سب کے ساتھ مساوات کا برتاؤ ہو فیس کم رکھی جائے بعض حالتوں میں
مفت تعلیم دی جائے اور ایسا معقول انتظام کیا جائے کہ غیر مسلم اقوام
بخوشی اپنی اولاد کو ان مدارس میں داخل کریں جہاں تک ممکن ہو سکے
ہر مدرسہ کے ساتھ ایک چھوٹا سا کتب خانہ اور دار المطالعہ قایم کیا جائے
جس میں اکثر کتابیں اردو زبان کی رہیں وہاں اردو رسالے اور اخبارات بھی
فراہم کئے جائیں تاکہ طلبہ اور عوام الناس مطالعہ کتب و صحائف سے
بہرہ اندوز ہو سکیں۔ اردو اخبارات اور رسالوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ
اس زبان کی بہت ترقی ہو سکتی ہے اور قوم کے افراد میں ان اخبارات کے
مطالعہ جس قدر زیادہ شوق پیدا ہو جائے اسی قدر قوم کے لئے بہتری ہے۔

اگر قومی مدارس قایم کئے جائیں تو تعداد طلبہ کی ترقی اور زبان
اردو کی اشاعت کے لئے چندہ وصول کرنے اور قومی تعلیم اور قومی مقاصد کی
ملک میں تکمیل کرنے کے لئے ہر صوبہ میں ایک انجمن ترقی اردو قایم کی جائے

جیسا کہ عبدالحق صاحب بی۔ اے۔ نے اورنگ آباد میں ایک انجمن ترقی اردو قایم کی ہے جس قدر ایسی انجمنیں قایم کی جائیں وہ سب ایک مرکزی صدر انجمن سے وابستہ رہیں۔

کسی صوبہ میں قومی مدارس قایم کرنے سے پہلے وہاں کے مقامی حالات کا بخوبی اندازہ کرلیا جائے کہ اس صوبہ میں اردو بولنے والوں کی آبادی کتنی ہے اردو سری زبان بولنے والوں کا شمار کیا ہے مسلمان کتنے آباد ہیں اور غیر مسلم آبادی کس قدر ہے مقامی حالات کا لحاظ کرتے ہوے کیا کیا تدابیر اختیار کی جائیں کہ اردو زبان اور اسلامی تمدن غیر مسلم اقوام میں کامیابی کیساتھ پھیلے اور اردو رسم الخط کا رواج ہو سکے۔

زبان اردو کی تعلیم کا طریقہ

جو طریقہ تعلیم آج کل ہندوستان میں رائج ہے وہ قومی ضروریات کے لئے موزوں اور کافی نہیں اب قوم محسوس کر رہی ہے کہ اس کی تعلیم کا ذریعہ خود اس کی مادری زبان ہونی چاہئے اِس لئے مسلمان کوشش کریں اپنی مادری زبان اردو کو اس قابل بنائیں کہ اس میں اعلیٰ تعلیم دی جا سکے بعض اشخاص کا یہ خیال ہے کہ اردو زبان میں اعلیٰ تعلیم نہیں دیجا سکتی مغربی علوم جدیدہ اور فنون غربیہ کا ذخیرہ اردو میں جمع کرنا بہت مشکل ہے ایسے خیالات کسی طرح صحت پر مبنی نہیں ہو سکتے مثال کے طور پر میں

یہاں جامعہ عثمانیہ کا ذکر کرتا ہوں جسے ہمارے اولوالعزم اور علم پرور بادشاہ دکن
اعلیحضرت نواب میر **عثمان علیخان بہادر** نظام الملک آصفجاہ سابع خلد اللہ
ملکہ وسلطنتہٗ نے اپنی وفاشعار رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے حیدرآباد دکن
میں قایم فرمایا اس یونیورسٹی کے قیام نے اُردو کے مضمحل جسم میں ایک نئی
روح پھونکدی اور اس زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنادیا۔ حضرت اقدس و اعلےٰ
کی شاہانہ شفقت اور رحمت کی وجہ سے رعایائے دکن کو اپنی مادری
زبان میں سرعت کے ساتھ علم و ہنر کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا جس
سرعت کے ساتھ جامعہ عثمانیہ کی تعلیمی حالت میں ترقی ہورہی ہے اور جس قدر
کامیابی اس جامعہ کو حاصل ہورہی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی
ہے کہ اُردو زبان میں بھی مختلف علوم و فنون کے لکھانے کی اسی قدر
زیادہ قابلیت ہے جس قدر اور متمدن اقوام کی زبانوں میں ہوسکتی ہے
اگر ہم کوشش کریں تو اردو بہت جلد اعلیٰ تعلیم کے لئے خاصہ ذریعہ ہوسکتی
ہے جیساکہ اہل یورپ کی زبانیں ہوگئی ہیں فرانسیسی انگریزی اور جرمنی
زبانیں کچھ صدیوں پہلے اس قدر ترقی یافتہ ہرگز نہیں تھیں اب ان
زبانوں کو جو ترقی حاصل ہوئی ہے یہ صرف قومی کوششوں کا نتیجہ ہے
ان قوموں نے غیر زبانوں کو حاصل کیا اور علوم و فنون کے خزانوں کو اپنے
زبانوں میں منتقل کیا جدید علوم و فنون کی دریافت اور تحقیقات کے لئے بیحد

جدوجہد کی اپنی مادری زبان میں صدہا کتابیں لکھیں اور تصنیف وتالیف کے
فن کو اس کمال تک پہنچایا کہ فرانس جرمنی انگلستان وامریکہ آج دنیا میں
علوم وفنون کے مرکز بن گئے ہیں ان ممالک میں بعض ایسے غیر معمولی قابلیت
رکھنے والے باکمال پیدا ہوئے جن کی وجہ سے علوم وفنون کو بہت بڑی
ترقی حاصل ہوئی مختلف علوم وفنون پر ان کی بیش بہا تصانیف نے
عظیم فائدہ پہنچایا۔ وہاں کی حکومتوں نے بھی مصنفین اور مترجمین کیلئے
بڑے بڑے انعامات اور وظائف مقرر کرکے ملک کے اہل کمال کی
حوصلہ افزائی کی جدید اختراعات پر ہزاروں روپئے صرف کئے یہی سبب ہے
کہ آج فرانسیسی انگریزی جرمنی اور یورپ کی دوسری زبانوں میں علوم وفنون کا
اس قدر عظیم الشان سرمایہ جمع ہوگیا ہے کہ ہزاروں تشنگان علم مشرق سے
مغرب جاکر چشمہ علم سے سیراب ہورہے ہیں یورپ کے ہر ملک میں اسی ملک کی
ملکی زبان قومی تعلیم کا ذریعہ بنی ہوئی ہے جرمنی زبان ہے فرانس میں
فرانسیسی ہے اور انگلستان میں انگریزی اس لئے کہ وہ لوگ خوب جانتے
ہیں کہ جب تک مادری زبان تعلیم کا ذریعہ نہو اس وقت کوئی قوم ترقی
نہیں کرسکتی اگرچہ ان ممالک میں اور زبانیں بھی سکھائی جاتی ہیں لیکن
دوسری زبان کی حیثیت سے مدارس کے نصاب میں داخل ہیں۔

جاپان نے اپنی مادری زبان کو ترقی دیکر جو مثال قایم کی ہے تمام اہل ایشیا کیلئے

قابل تقلید ہے جاپان میں جاپانی زبان ہی میں اعلیٰ علوم و فنون کی تعلیم دیجاتی ہے اگر ترقی کی یہی رفتار رہی تو وہ زمانہ دور نہیں ہے کہ جاپانی زبان مختلف علوم و فنون میں درجہ کمال کو پہنچ جائے اور طالبان علم کو تحصیل علوم کیلئے جاپان سے یورپ پہنچنے کی ضرورت باقی نہ رہے جاپان نے یورپ کی اندھی تقلید نہیں کی جس طرح ہم کر رہے ہیں بلکہ اس نے اُن حقیقی اسباب کو دریافت کیا جن کی وجہ سے اہل یورپ نے ترقی کی اس کے بعد ذرائع کامیابی سے کام لیکر اپنے ملک کو معراج ترقی پر پہنچایا لیکن یورپ کی تقلید میں اپنی قومی عزت و وقار اور قومی آثار و خصوصیات کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اہل جاپان مغربی زبانوں کے ذریعہ علوم فنون کی تحصیل کر کے اپنی مادری زبان کو ترقی دینے میں مصروف ہیں سینکڑوں جاپانی اسی غرض کی تکمیل کے لئے یورپ اور امریکہ جاکر علوم و فنون مغرب کی تحصیل کرتے ہیں اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب وہ اپنے وطن آتے ہیں تو تصانیف اور تراجم کے ذریعہ اپنی مادری زبان کے خزانوں کو مختلف علوم و فنون کے لعل و گوہر سے مالامال کر دیتے ہیں جاپانی سلطنت جو بڑے بڑے وظایف دیکر طلبہ کو بغرض تعلیم یورپ بھیجتی ہے اس کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ وہ تعلیم جدید سے مستفید ہوکر اپنے ملک کو فائدہ پہنچائیں اور اپنی سلطنت کی خدمت کریں نہ یہ کہ علوم محصلہ کو صرف اپنی معیشت کا ذریعہ بنائیں

یا حکومت نے جو کوشش ایک کثیر رقم صرف کر کے ان کی تعلیم کے لئے کی وہ ہر کا
کچھ لحاظ نہ کر یں جاپانی سلطنت طلبہ کو انتخاب کر کے ایسے خاص علوم و فنون
کی تحصیل کے لئے یورپ اور امریکہ روانہ کرتی ہے جن کی ملک کو سخت
ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ غیر زبان میں کوئی تعلیم حاصل کرنے سے
پہلے صرف اس زبان کے سیکھنے میں طالب علم کی عمر کا معتدبہ حصہ صرف
ہو جاتا ہے اس کے بعد کہیں مطلوبہ شعبۂ علم کے سیکھنے کی استعداد پیدا
ہوتی ہے اس طریق تعلیم سے طلبہ کی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں اور ایک غیر معمولی
بار ان کے دماغ پر پڑتا ہے غیر زبان میں تعلیم پا کر جس قدر طلبہ کسی فن میں
کامیاب ہو سکتے ہیں اس سے دگنی تعداد مادری زبان میں تعلیم حاصل کر کے
کامیاب ہو سکتی ہے اس لئے کہ غیر زبان میں کسی علم کی تحصیل کے لئے جس قدر
مدت درکار ہوتی ہے اس سے کم مدت میں ایک طالب علم اپنی مادری زبان
میں تعلیم پا کر کورس ختم کر سکتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر زبانوں میں
طلبہ کو بالکل تعلیم نہ دی جائے مسلمانوں کے ہر قومی مدرسہ میں انگریزی ضرور
داخل ہے لیکن تمام علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم اردو ہی میں ہونی چاہئے۔
جیسی عثمانیہ یونیورسٹی میں ہوتی ہے۔ اگر ادنیٰ اور اعلیٰ تمام جماعتوں کی
تعلیم اردو میں نہ ہوگی اور ملکی زبان دوسری زبان کی حیثیت سے نصاب میں
داخل کی جائے گی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ اردو علوم لطیفہ اور علوم عالیہ جیسے مالا مال

ہو سکے گی اور نہ طلبہ عمدگی کے ساتھ اپنی مادری زبان سیکھ سکیں گے اس لئے
کہ ان کی زیادہ تر توجہ غیر زبان کے سیکھنے میں صرف ہو جائے گی اس سے
معلوم ہو گیا کہ مادری زبان کی تعلیم ہرگز ناقص نہ ہونی چاہیئے اس میں اعلےٰ
قابلیت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ہمیشہ اپنی مادری زبان ہی
خانگی کاروبار تجارتی معاملات اور باہمی رسل و رسائل میں استعمال کرنی چاہیئے
خطوط وغیرہ کے لفافے ہمیشہ اردو میں لکھے جائیں تاکہ محکمہ ڈاک میں اردو
ان ملازمین کے اضافہ کی ضرورت پیش آئے غیر زبان صرف ایسے موقع پر
استعمال کیجائے جہاں اس کی سخت ضرورت واقع ہو اور مخاطب یا فریق ثانی
جس سے گفتگو یا خط وکتابت مطلوب ہے اردو سے ناآشنا ہو لیکن اگر
اہل اسلام اس امر پر متفق ہو جائیں کہ شہر کی دکانوں اور بیرونی کوٹھیوں میں ان کے
تمام آرڈر اردو میں ہوا کریں تو بڑے بڑے فرموں اور کارخانوں میں اردو کو
رائج کرنا پڑے گا ورنہ ان کی گرم بازاری کے سرد پڑ جانے کا خوف ہے ہمیشہ یہ
پیش نظر رہے کہ اردو زبان اور اس کے حروف مسلمانوں کے قومی جاہ
جلال کی زندہ یادگاریں ہیں ان کا مٹ جانا قومی زندگی اور قومیت کے
خاتمہ کی علامت ہے مسلمانوں نے اپنی مادری زبان سے بے اعتنائی
کر کے بہت کچھ نقصان اٹھایا ہے ہم کبھی کسی انگریز جرمنی یا فرانسیسی وغیرہ
بے ضرورت غیر زبان میں گفتگو یا خط وکتابت کرتا ہوا نہیں پائیں گے

ہاں خاص ضرورت کے موقع پر غیر زبانوں کا استعمال ان کے نزدیک عیب نہیں ہے تمام متمدن ممالک میں یہ دستور ہے کہ وہاں کی مادری زبانوں میں مفت اور جبری تعلیم دیجاتی ہے جس کی وجہ سے ملک کے افراد جاہل رہنے نہیں پاتے ہم فرانس جرمنی امریکہ اور جاپان وغیرہ ممالک میں بہت کم ناتعلیم یافتہ افراد پائیں گے جبری تعلیم اسی وقت کسی ملک میں جاری ہو سکتی ہے جب وہاں کی ملکی زبان ذریعہ تعلیم بن گئی ہو غیر زبان میں جبری تعلیم کے جاری کرنے سے قومی زبان پر بہت ہی برا اثر پڑتا ہے۔

اردو میں علوم و فنون کی اسی وقت اعلیٰ تعلیم دیجا سکتی ہے جب تالیف و تصنیف اردو ترجمہ کے ذریعہ جدید علوم و فنون اس میں منتقل کئے جائیں اس غرض کے لئے شعبہ ترجمہ اور شعبہ تالیف و تصنیف کا بہت اعلیٰ پیمانہ انتظام ہونا چاہئے احسان ہے دولت آصفی کا کہ اُس نے عثمانیہ یونیورسٹی کے لئے قابل قدر دارالترجمہ قایم کیا ہے جس میں ایسی بہت سی کتابیں ترجمہ ہو کر اردو میں آگئی ہیں جو بالفعل بی۔ اے کی جماعت تک کافی ہو سکتی ہیں تاہم اردو میں جدید علوم و فنون کے سرمایہ کا جمع کرنا اور بلحاظ علوم و فنون یورپ کی ترقی یافتہ زبانوں کے مرتبہ پر اس کو پہنچانا کچھ آسان کام نہیں اس کے لئے تمام قوم کی متحدہ کوشش ضروری ہے اس لئے علیگڈھ یونیورسٹی مسلم کالج لاہور خصوصاً نیشنل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کو ان امور سے غافل نہ ہونا چاہئے

ان علمی مرکزوں کی سرپرستی کرنے والے ہر علم وفن کے لئے متعدد ماہر مترجمین مقرر کریں تو بہتر ہے۔ ایسی مفید کتابیں جو مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ضروری خیال کیجاتی ہیں ان کے ترجمہ کا انتظام کیا جاے وہ ماہرین علوم جو بخیال حب الوطنی ملک کی خدمت اپنا فرض عین سمجھتیں اور بلامعاوضہ ترجمہ و تالیف کے لئے آمادہ ہوں مستحق تحسین وآفرین ہیں ان کی ایسی تالیف و تصنیف جو مفید عام متصور ہو فوراً طبع کیجائے اس کے علاوہ ملک کے قابل افراد کو ایسے مختلف علوم و فنون کی کتابیں تصنیف کرنے کی ترغیب دی جائے جو قومی تعلیم کے لئے ضروری ہوں اس میں ان کی امداد کیجائے اور اس کے لئے ہر قسم کی سہولت کے سامان مہیا کئے جائیں مصنفین کی سہولت کا مفید ترین ذریعہ یہ ہو سکتا ہے کہ بلاد عظیمہ میں ایک ایک ایسا کتبخانہ قایم کیا جائے۔ جس میں ازمنہ ماضیہ وحالیہ کی عمدہ عمدہ کتابیں فراہم کی گئی ہوں اس کے ساتھ وقتاً فوقتاً نئی نئی کتابوں کا اضافہ بھی ہوتا رہے۔ اردو زبان کے قواعد ایسے سلیس کئے جائیں کہ دوسری اقوام بھی یہ زبان بہت آسانی کے ساتھ تحصیل کر سکیں اردو بولنے والی اقوام کے لئے اردو تعلیم کا حاصل کرنا آسان ہے اس لئے کہ وہ ان کی مادری زبان ہے لیکن دوسری اقوام میں اشاعت اردو کے لئے ہمیں بہت ہی آسانیاں پیدا کردینی چاہئیں ضرورت ہے کہ چند زراعتی مدارس بھی قایم کئے جائیں جن میں بذریعہ اردو زراعتی

زراعتی تعلیم دیجائے زراعتی نصاب کے لئے مفید کتابیں ترجمہ کرائی جائیں اور مدارس میں زراعت کے متعلق زرعی مظاہروں کا انتظام ہو کھیتوں میں بھی تجربہ کرکے بتایا جائے کہ آسانی کیساتھ اعلیٰ پیمانہ پر کس طرح کاشت کیجا سکتی ہے زراعتی آلات کی ساخت اور مرمت اور ان کے استعمال کی کیفیت عملی طور پر سکھائی جائے اسکے علاوہ مویشیوں کے امراض اور علاج نسل بہائم کے تحفظ علم نباتات جنگلات اور باغبانی کی تعلیم بھی دیجائے۔ ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے یہاں کی زمین بحمد اللہ بہت زرخیز ہے اگر لوگ جدید طریقہ پر زراعت کے قاعدے سیکھ جائیں تو اس سے ملک کو بہت بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے زراعتی تعلیم کی اس ملک میں عام طور پر اشاعت نہ ہونے کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو انکی مادری زبان میں تعلیم نہیں دیجاتی اس لئے عوام اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

صنعت و حرفت و تجارت

مسلمانوں کے موجودہ افلاس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صنعت و حرفت و تجارت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے متمول اور دولتمند ہم میں بہت کم نظر آتے ہیں قوم کی مالی حالت نہایت سقیم ہو گئی ہے اکثر مسلمان تجارت کو ایک مبتذل پیشہ تصور کرتے ہیں اور فن تجارت کی تحصیل میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے اگرچہ تجارت انکے بزرگوں کا طریقہ اور پیشواؤں کا پیشہ ہے جن کا وجود ہمارے لئے مایۂ ناز ہے اور

ہماری عزت کیلئے مابہ الامتیاز سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ امر ہے کہ ہمارے آقا ہمارے
نبی عربی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کو ایک شریف پیشہ قرار دیا اور خود
بنفس نفیس تجارت کی مگر معلوم نہیں کہ اب امت محمدی کی نظر میں یہ پیشہ کیوں بُرا سمجھا
اس نا عاقبت اندیشانہ طرز عمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ پارسی اور ہندو تجارت کے کاروبار
میں بہت دور نکل گئے اور مسلمانوں کی مالی حالت نہایت سقیم ہوگئی اس لئے کہ
ملک کی تمام تجارت تقریباً انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ صنعت وحرفت کے
دلدادہ ہیں اور ہر فن کو نہایت شوق و ذوق کیساتھ تحصیل کرتے ہیں اسیطرح انگریزی
تعلیم میں بھی وہ مسلمان سے آگے بڑھ گئے خصوصاً ہندو زراعت کیطرف بہت
متوجہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انکی قومی ثروت بھی مسلمانوں سے زیادہ ہے جس
قوم میں ذرائع تمول کی کمی ہو وہ ضرور مفلس ہو جاتی ہے اسلئے مسلمانوں کو
چاہیئے کہ جہانتک ممکن ہو سکے اپنی مالی حالت درست کریں اور ایسے وسائل
تجویز کریں جنکی وجہ سے قومی تمول میں زیادتی ہو مسلمان جاگیردار زمیندار
اور امرا کی یہ حالت ہے کہ وہ فضول خرچی کے ہاتھوں تنگدستی کا شکار ہو رہے
ہیں نہیں جانتے کہ اپنی دولت کسطرح مفید کاروبار میں لگائیجائے خیرات کے
اصلی مقصد اور مصرف سے بھی بیخبر ہیں لاکھوں روپے کی غیر منقولہ جائداد صرف
کی بدولت اغیار کے یہاں رہن ہے اصل و سود کے ادا نہونے کی وجہ بہت سی
غیر منقولہ جائدادیں انکے قبضے سے نکل گئیں اور قرض حسنہ کا مناسب انتظام نہونے کے

تو مسلمان ان تباہ کن آفتوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو بھاری سود کی وجہ سے سود خواروں کے آہنی پنجہ میں پھنس گئے ہیں مگر موجودہ حالات کے لحاظ سے یہ ایک توجہ طلب امر ہے باہمی جھگڑوں اور مقدمہ بازیوں کی وجہ سے بھی ہزاروں روپے کی جائداد فروخت اور نیلام ہو کر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گئی اور اغیار نے موقع پاکر اسے خرید لیا اسیطرح ہندوستان میں بہت سے معزز مسلمان خاندانوں پر تباہی آئی جو اپنے مسرفانہ طرز عمل کی بدولت مقروض ہو گئے تھے ہم کو ایسی تدابیر سوچنی چاہئیں کہ مسلمانوں کی جائداد غیر منقولہ قرضہ کی وجوہ سے اغیار کے ہاتھ چڑھنے نپائے بلکہ مسلمانوں کے پاس نسلاً بعد نسلٍ محفوظ رہے اگر کوئی مسلمان اپنی جائداد فروخت کرانا بھی چاہے تو جہانتک ممکن ہو اپنے ہم مذہب خواہشمندوں کے ہاتھ فروخت کرے اور اسوقت تک غیروں کے پاس مطلب براری کیلئے نجائے جبتک اسکے لئے کوئی صورت ممکنہ نکل سکتی ہے صنعت و حرفت سے مسلمانوں کی بے التفاتی اور اسکے ساتھ ساتھ انکی جائدادوں کی تباہی نے انکی مالی حالت کو اسقدر سقیم کر دیا ہے کہ وہ دوسرے ہم وطنوں کی طرح کسی قومی کام میں مدد نہیں دے سکتے اہل یورپ نے اسی تجارت کی بدولت اسقدر ترقی پائی کہ اُن کے مصنوعات نے دنیا کے تمام بازاروں پر قبضہ کر لیا ہے یورپ اور امریکہ کے اکثر باشندے اسی تجارت کی بدولت اسقدر متمول ہو گئے ہیں کہ انکی دولت کا اندازہ مشکل ہے تجارت کی ترقی کے سبب یورپ کے تمدن نے بہت ترقی پائی۔

اہل یورپ تجارت کو بہت اہمیت دیتے ہیں گزشتہ یوروپین محاربہ عظیم کے اسباب میں
ایک بڑی وجہ بھی تجارتی رقابت تھی یوروپین اقوام تجارت میں ایک دوسرے سے
سبقت لیجانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں ایک قوم اپنے ملکی
مصنوعات کو دنیا کے بازاروں میں فروغ دینا چاہتی ہے بلجیم کی حالت پر غور کیجے
جو رقبہ میں تو سلطنت حیدرآباد کے برابر نہیں ہے لیکن اسکی آمدنی ایشیا کی
بعض سلطنتوں سے بھی زیادہ ہے جرمنی کو بھی اسی تجارت کی بدولت دن دونی
رات چوگنی ترقی حاصل ہوئی جاپانی تنول اور ترقی کا مدار بھی اسی تجارت اور صنعت
وحرفت پر ہے جاپانیوں نے پہلے یورپ اور امریکہ میں جاکر علمی اور عملی طور پر
ہر قسم کی صنعت کو سیکھا اسکے بعد خود اپنے ملک میں مختلف کارخانے قائم کئے
بعض جاپانی کارخانے ایسے ہیں جن کے تمام کل پرزہ اور انجن وغیرہ جاپان
ہی میں بنائے گئے ہیں۔ جاپانی یہ بات بخوبی سمجھ گئے ہیں کہ اگر یورپ سے تمام
کلیں منگوا کر ملک میں کارخانے قائم کئے جائیں گے تو ملک کے لئے زیادہ
فائدہ نہ ہوگا۔ اسکے علاوہ ملک کا روپیہ بھی باہر نکلجائیگا خود ملک میں ہر قسم کے
اشیاء بنانے کیلئے حسب ضرورت مشنیں تیار کیجائینگی تو ملک کو حقیقی ترقی
حاصل ہوگی ممکن ہے کہ بعض کلیں یورپ سے بھی منگوائی جاتی ہوں لیکن
بتدریج جاپان میں بھی ہر قسم کی مشنیں تیار ہو جائینگی۔ جرمنی فرانس آسٹریہ
اٹلی انگلستان اور امریکہ میں ہر قسم کی مشنیں تیار کیجاتی ہیں اور ایک ملک دوسرے

ملک کی مدد کا شاذ صورتوں میں محتاج ہوتا ہے اسلئے جاپان بھی اسی کی تقلید کر رہا ہے
اگر جاپانی یہ خیال کرتے کہ سارے علم و ہنر اہل یورپ پر ہی ختم ہو گئے انہی کے دماغ
ایسے ہیں کہ بہت عمدگی کیساتھ کوئی کام انجام دے سکتے ہیں ایشیا کی قوموں سے قابلیت
سلب ہو گئی جاپانی کوئی کل نہیں بنا سکتے تو کبھی وہ اسقدر ترقی نہیں کر سکتے
تو کبھی وہ اسقدر ترقی نہیں کر سکتے اور علم و ہنر میں ہمیشہ یورپ کے دست نگر رہتے ۔ امریکہ کی
تاریخ ملاحظہ کیجئے چند صدیوں پہلے ایک بنجر اور افتادہ ملک تھا (ریڈ انڈین) تانبے
کے رنگ کی قوم وہاں آباد تھی اہل یورپ ان لوگوں کو بالکل وحشی سمجھتے تھے۔ اب
امریکہ جو ترقی حاصل ہوئی ہے وہ سب انسانی کوششوں کا نتیجہ ہے خدا تعالیٰ نے ہر
انسان میں عقل و فہم اور ہوشیاری ودیعت کر رکھی ہے اس سے کام لینا ہر انسان کا فرض ہے
مسلمانوں میں تجارت کے متعلق عام دلچسپی پیدا ہونیکی دوسری وجہ یہ ہے کہ
ہماری مادری زبان میں صنعتی کالج قایم نہیں کئے گئے اگر ایسے صنعتی مدارس قایم کئے جاتے
اور صنعت و حرفت اور تجارت کے متعلق علمی اور عملی طور پر تعلیم دیجاتی تو ملک کے افراد
بہت آسانی کیساتھ علم تجارت حاصل کر سکتے مختلف فنون سے بہرہ مند ہونے میں
سہولت ہوتی غیر زبان کے سیکھنے کی محنت اور اسکے بعد تجارتی علم حاصل
کرنے کی مشقت سے چھٹکارا ہو جاتا۔

یورپ اور امریکہ میں جس طریقہ سے صنعتی تعلیم دیجاتی ہے اسیطرح ہم بھی اپنے صنعتی
مدارس میں تعلیم کا انتظام کریں ۔ ملازم پیشہ لڑکوں اور مزدوروں کیلئے شام و سحر کے

مدارس جاری کئے جائیں یہ انتظام ممالک یورپ و امریکہ میں ہوا کرتا ہے ایسے مدارس میں اور انکے
متعلقہ کارخانوں میں ہزارہا طلبہ اصولی اور عملی تعلیم حاصل کرکے اپنے اپنے کارخانوں میں عمدہ
عمدہ عہدوں کے مستحق ہو جاتے ہیں اور دوسرے طلبہ کوئی نہ کوئی پسند خاطر پیشہ اختیار
کرکے زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ یونیورسٹی سے ہر سال وظایف دیکر چند ہوشیار طلبہ
یورپ و امریکہ بھیجدئے جائیں اور انکو ایسے مختلف علوم و فنون کی تعلیم دیجائے جنکی
ملک کو سخت ضرورت ہے اور جن کی وجہ سے ملکی تجارت ترقی پا سکتی ہے جب طلبہ
فارغ التحصیل ہوکر واپس آئیں تو انسے صنعتی مدارس میں کام لیاجائے مدارس میں
طلبہ کو ذیل کے فنون سکھائے جائیں مثلاً رنگسازی۔ صابون سازی۔ پنسل سازی۔
پنبہ ریسی چھتریوں کی ساخت۔ چرم کی دباغت۔ اونکا کاتنا اور ان سے مختلف قسم کی
چیزوں کا تیار کرنا۔ کپڑوں کا رنگنا۔ انپر چھینٹ کا چھاپنا۔ ظروف چینی کا بنانا اور انکا
رنگنا۔ آرایشی اشیاء کا تیار کرنا۔ برقی انجینیری اور ایسی کلوں اور مشینوں کا بنانا جو تجارتی
اغراض کیلئے کام آسکتی ہیں۔ لکڑی اور لوہے کا کام بھی سکھایا جائے۔ مقام
شکر ہے کہ ہمارے مآل اندیش شہریار اعلیحضرت خسرو دکن نواب میر عثمان علیخان بہادر
خلد اللہ ملکہ کی شاہانہ توجہات سے حیدرآباد میں ایک عظیم الشان صنعتی مدرسہ مع کارخانہ
قایم ہو گیا ہے اور طلبہ کی تعلیم بھی شروع ہو گئی ہے امید ہے کہ صنعت و حرفت میں بہت
زیادہ ترقی ہوگی اور یہ مدرسہ ایک ٹیکنیکل کالج ہوکر ہندوستان میں قایم رہیگا طلبہ کو چاہیے
کہ اس زرین موقع سے فایدہ اٹھانے میں کمی نہ کریں اور علماء اور واعظین کا فرض ہے کہ

صنعت وحرفت کی تعلیم کا نقش لڑکوں کے دل پر بٹھائیں اور طالبات کو صنعت وحرفت کے سیکھنے پر آمادہ کریں۔ غرض صنعتی مدارس میں امور خانہ داری کی تعلیم کیلئے بھی ایک علیحدہ صیغہ قائم کیا جائے جس میں مستورات کو حفظ صحت کے عام اصول کپڑوں کی سلائی لباس کی کتر بیونت سوزن کاری گلکاری کا کام کشیدہ کاڑھنا مختلف قسم کے کھانے تیار کرنا اور ایسے تمام فنون سکھائے جائیں جنکی مستورات کو ضرورت ہوتی ہے اسکے علاوہ آداب مجلس بچوں کی تربیت گھر کی صفائی اور کفایت شعاری کی بھی تعلیم نصاب میں شریک رہے۔

جب ہم اس قابل ہو جائیں کہ ملک کی ضروریات کے موافق مختلف اشیاء خود اپنے ملک میں تیار کریں تو اسوقت ہم بہت کامیابی کیساتھ لوگوں کو ملکی اشیاء کے خریدنے کی طرف راغب کر سکتے ہیں ملکی تجارت کو فروغ دینے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں ایک یہ ہے کہ ملکی مصنوعات عمدہ اور کثیر مقدار میں تیار کیجائیں تاکہ اجتماعی کام کی وجہ لاگت کم ہو کر قیمت میں ارزانی ہو سکے اور ملکی ضروریات پوری ہونیکے بعد بھی ملکی مصنوعات غیر ممالک میں بغرض فروخت روانہ کیجائیں اور انکی قیمت بھی بہ نسبت غیر ملکی اشیاء کے ارزاں رکھی جائے تاکہ خریدار گراں قیمت اشیاء خریدنے کے بدلے ان ارزاں ہندی مصنوعات کی طرف مائل ہو جائیں دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو سامان ملک میں تیار کیا جائے اسی قسم کے دوسرے غیر ملکی سامان پر ایک مناسب شرح کے لحاظ سے درآمد کے وقت محصول بڑھا دیا جائے تاکہ ملکی مصنوعات میں ترقی ہو اور غیر ملکی اشیاء سے

آگے بڑھنے کی قابلیت پیدا ہو۔ یورپ کی دولتیں اپنے ملکی تجارت کو فروغ دینے اور ملکی کارخانوں کو نفع پہنچانے کیلئے بہت سی تدابیر اختیار کرتی ہیں اور اکثر غیر ملکی اشیا پر محصول بڑھا دیتی ہیں لیکن ہندوستان میں اس پر عمل ہونا آسان نہیں مسٹر بالڈون وزیر اعظم انگلستان نے اسی طریق پر کاربند ہونیکی فکر کی تھی مگر اسکی مخالفت شروع ہو گئی تاہم ممکن ہے کہ ہندی لیجلیٹو کونسلوں میں اسپر بحث ہو اور صرف ایسی غیر ملکی اشیاء پر محصول درآمد زیادہ کیا جائے جنکی مماثل چیزیں پہلے پہل یہاں بننے لگی ہیں۔

باب پنجم

فغان و فریاد

مسلمانونکی افلاس اور غربت کی جو کچھ حالت ہے وہ اظہر من الشمس ہے آہ اسی افلاس نے ہم مسلمانونکی قومی ترقی کا راستہ مسدود کیا اور ہمارے امیدوں پر پانی پھیر دیا جو قوم متمول ہو اسکی ترقی کیلئے بہت سی سہولتیں پیدا ہو جا سکتی ہیں دنیا میں ہر کام کیلئے روپے کی ضرورت ہے متمول اقوام بہت آسانی کیساتھ بڑے بڑے کالج اور صنعتی درسگاہوں کے افتتاح اور دوسرے مفید کاموں کیلئے وقت واحد میں چندہ کرکے سونے چاندی کے انبار لگا دیسکتی ہیں یورپ اور امریکہ میں نہ صرف حکومتیں ملکی ترقی کیلئے بیدریغ روپیہ صرف کرتی ہیں بلکہ وہاں کے تجار امرا اور صاحبان ثروت بھی ملک کی فلاح اور بہبود کیلئے

کروڑوں روپے خرچ کرنے میں کمی نہیں کرتے ہزاروں قومی مدارس تعلیم خانے اور شفا خانے وغیرہ انہی کی مدد سے قایم ہو گئے ہیں نئی نئی اختراعات پر ہزاروں روپے کا انعام دیا جاتا ہے اور قوم کو علم و ہنر کے زیور سے مزین کرنے کیلئے ہر قسم کی امداد دیجاتی ہے ایسی متمول اقوام کی حالت کا مقابلہ اگر غریب اور مفلس ہندوستانی مسلمانوں کی حالت سے کیا جائیگا تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ ہندوستان کے مسلمان بہت ہی غریب ہیں اور مسلمانوں میں جو بڑے بڑے تجار اور زمیندار اور جاگیردار اور امرا و صاحب ثروت ہیں وہ بھی اپنی قوم کی بدحالی پر نظر نہیں ڈالتے اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اپنی قوم کی تباہی کے ساتھ ہماری تباہی ہے اور قوم کی خوشحالی اور فارغ البالی کے ساتھ ہماری خوشحالی اور فارغ البالی ہے آج ہمارے خزاں کا موسم اور ادبار کا زمانہ ہے ہماری غفلتوں نے ترقیوں کے آسمان سے اتار کر خاک تنزل پر ہمیں بٹھا دیا گیا ہے فلک کجرفتار کو مورد الزام ٹھہرانے سے اسوقت کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا زمانہ کی ناموافقت اور بیوفائی کا شکوہ زبان پر لانے سے کچھ بہتری کی امید ہو سکتی ہے نہیں ہرگز نہیں کسی کا کچھ قصور نہیں ہے صرف ہماری غفلتوں کا خمیازہ ہے جو ہم بھگت رہے ہیں زمانہ کسی کیساتھ بیوفائی نہیں کرتا بلکہ ہم اپنی غلطی سے زمانے کے نشیب و فراز کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اپنے ملک کی ترقی کیلئے جائز اور مناسب طریقے سے سرگرم جد و جہد رہنے کے بدلے اپنا قیمتی وقت عیش و نشاط اور لہو و لعب میں ضائع کرتے ہیں افسوس ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں اس تغافل شعاری سے جو نقصان قوم کو پہنچتا ہے اسکی تلافی ناممکن ہو جاتی ہے

فلک کی کج رفتاری ایک ایسی ترکیب ہے جو شعرا اور انشا پردازوں کی زبان سے بھلی معلوم ہوتی ہے یہ شعرا کے اشعار کو رنگین بناتی ہے انشا پردازوں کی انشا پردازی میں بیل بوٹوں کا کام دیتی ہے اور انکے دلی جذبات کو کاغذ کے صفحوں پر ظاہر کرنے کیلئے بہت موزوں ہے لیکن مدبران ریاست اور واقفان سیاست کی زبان ایسی ترکیبوں سے نا آشنا رہی ہے خدا نے عقل و فہم دیکر ہم کو ممتاز اور بلند کیا ہے جب ہم خود اپنی عقل اور فہم سے کام نہ لیں تو ہمیں بیچارے آسمان کا کیا قصور تقدیر کی برگشتگی اور زمانہ کی ناسازگاری کا شکوہ زبان پر لانا لاحاصل ہے قوم کا مستقبل خود قوم کے ہاتھ میں ہے لیس للانسان الاما سعیٰ اپنی آپ مدد کرنے کے مقولہ کو ہمیشہ نصب العین رکھنا چاہئے اسلئے کہ خدا اسی کی مدد کرتا ہے جو اپنی آپ مدد کرے اسلام کی تبلیغ زبان اردو کی ترقی اور قومی تعلیم کی اشاعت کے فوائد سے کون انکار کر سکتا ہے یہ وہی باتیں ہیں جنکو آج دین اسلام کے پیشوا اور مسلمانوں کے بڑے بڑے رہنما محسوس کر رہے ہیں۔ آج تک مسلمان صرف باتیں ہی بناتے رہے لیکن اب کام کا وقت آن پہنچا ہے ہر سال مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منعقد ہوتی ہے جسمیں دھواں دھار تقریروں کے بعد چند روزولیوشن پاس کرنیکی رسم ادا کیجاتی ہے اسکے بعد یہ مظاہرہ ختم ہو جاتا ہے لیکن جبتک قومی تعلیم اسلامی تبلیغ اور زبان اردو کی اشاعت کیلئے کوئی عملی کام نہ کیا جائے اسوقت تک قوم کی ترقی ہرگز نہیں ہوسکتی مسلمانوں کی موجودہ حالت کے لحاظ سے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مقاصد

مذکورہ کیلئے مستقل آمدنی کے ذریعہ پیدا کئے جائیں تاکہ مال کی کمی قوم کی رفتار ترقی میں رکاوٹ پیدا نکرے ہندوستان میں ابتک تبلیغ اسلام کی متعدد انجمنیں قایم کی گئیں قومی مدارس قایم کئے گئے اور دوسرے رفاہ عام کے کام بھی شروع کئے گئے لیکن اکثر دیکھا گیا کہ مالی سوائق کی وجہ سے ایسے قومی مدارس اور تبلیغی انجمنیں زیادہ مدت تک قایم نہیں رہیں اسلئے ایک مستقل آمدنی کا ایسا معقول انتظام ضروری ہے کہ ایکبار جب ایسے کام شروع ہوجائیں توپھر معدوم نہونے پائیں اس غرض کیلئے تمام ہندوستان کے مسلمانوں سے عام چندہ وصول کیاجائے۔ امرا جاگیردار اور ملک کے بڑے بڑے تجار کے پاس چندہ دینے کیلئے وفود روانہ کئے جائیں اور تمام ہندوستان میں چندہ جمع کرنے کیلئے دورہ کیاجائے جو رقم اسطرح جمع ہو اس سے مکانات اور کوٹھیاں وغیرہ خرید کر ایک مستقل قومی جائداد قایم کیجائے کچھ رقم بخیظر کاروبار میں بھی لگائیجاتے تاکہ اصل محفوظ رہے اور صرف اسکی آمدنی سے فائدہ اٹھایا جائے۔ جائداد غیر منقولہ جہاں کہیں ارزاں دستیاب ہو خرید لیجائے اور چند دیانتدار مسلمانوں کی ایک انجمن قائم کرکے اس جائداد کا انتظام اس انجمن کے حوالہ کیاجائے۔ اس جائداد سے جو کچھ آمدنی ہو وہ زبان اردو کی اشاعت قومی تعلیم زراعتی اور صنعتی مدارس کے قیام اور تبلیغ اسلام کیلئے صرف کیجائے اسوقت ایسی معقول تدبیریں اختیار کیجائیں کہ اس قومی سرمایہ کیلئے قوم بخوشی امداد دے مناسب یہ ہے کہ مقاصد مذکورہ کے فواید سے قوم کے تمام افراد آگاہ کئے جائیں غرض یہ جائداد مذکورہ تمام مسلمانان ہند کی ملک تصور کیجائے

اس کو فروخت یا منتقل کرنے کا اختیار نمائندگان مشخصۂ قوم کے سوا کسی اور شخص کیلئے نہو اگر کوئی جوانمرد اپنی جائداد غیر منقولہ قومی امداد کیلئے وقف کردے تو وہ بھی اس جائداد میں شریک کر لیجائے جسطرح ہندوستان کی بعض اقوام پارسی ہنود وغیرہ ہزاروں روپے کی جائداد قومی امداد اور قومی ترقی کیلئے وقف کردیتی ہیں اور اسکی آمدنی سے رفاہ عام کے کام کئے جاتے ہیں اسیطرح مسلمانونکو بھی اپنی جائداد کا کچھ حصہ اپنی قوم کے فائدہ کیلئے وقف کردینا چاہئے۔ قومی جائداد کے محاصل کی مناسبت سے بتدریج قومی مدارس کے قیام زبان اردو کی اشاعت اور تبلیغ اسلام کے کام شروع کئے جائیں ابتدا میں ایسے کام کا وسیع پیمانہ پر انتظام کرنا اور اسکے بعد قلت رقم کی وجہ سے بند کردینا مناسب نہیں۔ اس قومی جائداد کے قیام سے جو کچھ فوائد ہوسکتے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں جبتک معقول طور پر مالی انتظام نہ کیاجائے اسوقت تک مقاصد مذکورہ میں کامیابی ناممکن ہے۔

اے قوم کے صاحبان ثروت قوم تمہارے التفات کی طالب ہے تم سونے چاندی کے سکوں کی محبت سے منھ موڑکر اپنی پیاری قوم کی ترقی کی طرف رخ کرو فضول خرچی میں جو روپیہ صرف کرتے ہو اس سے احتراز کرو اور غیر ضروری سامان عیش و عشرت کیلئے جو روپیہ ضایع کرتے ہو وہ اپنی قوم کی ترقی کیلئے صرف کرو اگر اپنے قابل تقلید اسلاف کے ایثار اور قربانیوں کی کیفیت سے واقف نہیں ہو تو یورپ کے مخیر افراد کی تقلید کرو دیکھو وہ اپنی قوم کیلئے اپنے مال و دولت کو کسطرح بیدریغ خرچ کرتے ہیں یہ خیال کرو کہ قوم کی فلاح و بہبود کیلئے جو کچھ تم امداد کرتے ہو وہ رقم ایک ایسی زرخیز زمین کی آبیاری اور تخم ریزی

کیلئے صرف کرتے ہو جو تمہارے خرچ سے بڑھکر تم کو فائدہ پہنچانیوالی ہے اس سے دنیا
اور آخرت دونوں میں تم فائدہ اٹھاؤ گے یہی وہ نیک کام ہے جو تمہارے نام کو ہمیشہ زندہ
رکھیگا اور تاریخ کے صفحوں پر آفتاب کیطرح چمکائیگا قوم تمہاری حب الوطنی کی تعریف میں
رطب اللسان ہوگی یہ خیال مت کرو کہ قوم کی کشتی اگر بحر فنا میں چکر کھا رہی ہے تو
اس سے ہمیں کیا علاقہ یہ خیال تنزل کا زینہ ہے اور انحطاط کا پیش خیمہ مسلمانو
خیر امۃ کا شرف تمہیں حاصل ہے اور اس شرف کا تقاضا ہے ؎

بدہ دستے زپا افتادگاں را　　　بکن دلداری دلدادگاں را

غربائے قوم کی پریشانیوں کا نقشہ آپ کے روبرو ہے انکی مصیبتیں ایسی نہیں ہیں کہ
انسان کا دل نہ پسیجے وہ زبان حال سے مضطربانہ اور مایوسانہ یہ شکوہ برادرانہ کر رہے
ہیں ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابی چنیں حائل　　　کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

یہ فریاد ضرور دلگداز اور روح فرسا ہے اسپر بھی اگر تم نے بے التفاتی کی اور یہ سمجھ گئے
کہ نہ شب تار کا خوف ہے نہ گرداب بلا کا اندیشہ تو سمجھو کہ آپ بھی ڈوبے اور قوم کو بھی
ڈبویا ذرا غور کرو کہ تم بھی قوم کی اسی شکستہ کشتی میں سوار ہو اور قوم کے ساتھ تمہارا
تعلق گویا چولی دامن کا سا ساتھ ہے یوں سمجھو کہ قوم ایک درخت ہے اور تم اسکی
شاخیں ہو جب یہ درخت بیخ و بن سے اکھڑ جائیگا تو کیا اسکی شاخیں ہری بھری رہیں گی
اور خوشنما پھول درخت پر نظر آئیں گے اگر تھوڑی دیر کیلئے نظر بھی آئے تو تھوڑی

پھولوں کو لیکر کیا کریں جب درخت کا خود یہ حال ہو گیا کہ خشک ہو رہا ہے اگر درخت تر و تازہ رہیگا تو ایسے ہزاروں پھول درخت سے پیدا ہو کر زینت چمن ہو جائیں گے غریبوں اور قوم کے غربا اور متوسط الحالوں سے ہمیں کچھ شکایت نہیں انکا دست سخا ہمیشہ کھلا ہوا رہتا ہے وہ اپنی کمائی میں سے ایک ایک پیسہ جمع کر کے قوم کی نذر کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں ایک پیسہ ہزاروں اشرفیوں سے بہتر ہے اور بڑھ کر ہے وہ غریب ہیں لیکن قومی ہمدردی کا لطف وہی اٹھا رہے ہیں اور انہی کا دل قومی محبت سے لبریز ہے اور افسوس ہے تو قوم کے مالداروں پر ہے جو اپنی قوم کو بھول گئے ہیں اور مال و دولت کے نشہ میں چور ہو گئے جب کسی قوم پر تباہی آتی ہے تو عوام کیطرح اس قوم کے صاحبان ثروت پر بھی اس تباہی کا اثر پڑے بغیر نہیں رہ سکتا اگرچہ اثر فوراً محسوس نہیں ہوتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو آسایش کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں ہمارے بعد ہماری اولاد بھی اسی طرح زندگی بسر کریگی ہم کو قوم و ملت سے کیا علاقہ لیکن قوم کی تباہی اپنا رنگ دکھائے بغیر نہیں رہ سکتی اس قوم کے مالدار افراد اور انکی آئندہ نسلیں رفتہ رفتہ تباہ ہو جاتی ہیں اور مصیبت کے اثر سے کسطرح محفوظ نہیں رہ سکتیں جسطرح کسی قوم کی تباہی کا اثر اس قوم کے ہر ایک فرد پر پڑتا ہے اسیطرح اسکی ترقی کے فوائد سے بھی اس قوم کے ہر ایک فرد کو متمتع ہونیکا موقع ملتا ہے اسکے لئے ثبوت کی زیادہ ضرورت نہیں مشاہدہ شاہد عدل ہے اور تاریخ حاکم عادل حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے خانگی کاروبار یا اپنے آرام و آسایش کے خیال میں کچھ اسقدر منہمک ہو جاتا ہے کہ سب سے بڑا فرض

یعنے ملک وملت کی خدمت بالکل نسیاً نسیا ہو جاتی ہے ایسے بہت کم افراد ہونگے جنہیں اپنی روزانہ زندگی میں اس اہم کام کا خیال آتا ہو نبظر تعمق اگر دیکھا جائے تو انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے ذاتی فوائد پر نظر رکھتا ہے یہی سبب ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے آیندہ فوائد کیلئے کوشاں رہتا ہے بیشک انسان کو اپنی ترقی کی فکر کرنی چاہیے یہ بھی فرائض بشری میں داخل ہے کوشش وہمت بڑی چیز ہے جسکے بغیر کوئی انسان معراج ترقی پر نہیں پہنچ سکتا معمولی آدمی علم وہنر اور اپنی ذاتی کوششوں کی بدولت ترقی کے اعلےٰ درجہ پر پہنچتے ہیں لیکن اگر انسان ان انفرادی کوششوں کیساتھ اپنے انجام اور اپنی عاقبت کا بھی خیال رکھے خدا کے غضب سے ڈرے اور خیال کرے کہ وہ دنیا میں صرف اپنے ذاتی آرام وآسایش کیلئے ہی نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ غریبوں حاجتمندوں اور نیز مسکینوں کی امداد اور اپنی قوم کی خدمت بھی اسپر فرض کیگئی ہے تو صلاح دنیا اور فلاح آخرت کی امید ہو سکتی ہے لیکن زندگی میں یہ خیال نہیں آتا جب کسی شخص کی آخری گھڑی آجاتی ہے اور بمصداق ع جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا. سفر آخرت کی گھنٹی کا بجنا شروع ہوجاتا ہے اور بستر مرگ پر کل من علیہا فان کی آواز کان میں آتی ہے تو اسوقت دل ہی دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ہاں زندگی ایک خواب غفلت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تھی تمام راحت اور آسایش کے سامان اور سکونت کیلئے بڑے بڑے مکان اور زن و فرزند وغیرہ سب کچھ موجود ہیں لیکن زندگی کا ایک لمحہ بھی اب باقی نہیں رہا کوئی چیز اب کام نہیں آسکتی اسکے بعد وہ حسرت بھری نگاہوں سے اپنی اولاد اور اپنے اقارب اور احباب کے طرف دیکھتا ہے جو اسکی عیادت کیلئے آئے ہیں

اسکے بستر مرگ کو گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں اور اسکو تسکین دیتے ہیں وہ خوب جانتا ہے کہ انمیں سے
کوئی بھی سکرات کی ناقابل برداشت تکالیف کے رفع کرنے میں مدد نہیں دے سکتا حکما کی
حکمت یہاں ختم ہوگئی ہے اور کسی میں طاقت نہیں کہ موت کا علاج ہوسکے اسوقت وہ اپنی
ناچاری اور بیکسی پر نظر ڈالتا ہے اور اپنی غلطیوں کا احساس کرتا ہے کہ زندگی میں
کوئی مفید کام نہیں کیا انہی خیالات کے چکر میں وہ مضطرب اور پریشان رہتا ہے یا نادم
اور پشیمان لیکن اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت آخر انہی خیالات
میں وہ یکبارگی عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کرجاتا ہے انا للہ وانا الیہ
راجعون جو لوگ نیک ہیں اور جنھوں نے اپنی زندگی میں ملک و ملت کی خدمت کی ہے
ہنسی خوشی کیساتھ داعی اجل کو لبیک کہنے کیلئے تیار رہتے ہیں اور خیال کرتے
ہیں کہ انھوں نے اپنی زندگی میں اپنا فرض ادا کردیا یہ خیال انکے لئے بہت ہی
تسکین بخش ہوتا ہے اور اس سے انکی روح کو ایک طرح کی راحت حاصل ہوتی ہے
اسلئے کہ ایسے افراد اپنی نیکیوں کی بہتات اور قوم و ملت کی خدمات کے سبب ہمیشہ
دنیا میں نیکنام رہتے ہیں اور آخرت میں شاد کام ع خنک آنکس کہ گوئے
نیکی برد و

فاعتبروا یا اولی الابصار

تمت